بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسر ولا تعسر رب تمم بالخیر وبہ

ماہنامہ

ملیہ

فیصل آباد پاکستان

شوال المکرم ۱۴۳۴ھ

بمطابق اگست 2013ء

www.milliafsd.com

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

قطب الاقطاب حضرت سیّد نفیس الحُسینی شاہ صاحب قدس سرّہٗ

حسرت

رَمضاں بھی گزر گیا یوں ہی
چڑھ کے آیا، مگر گیا یوں ہی

مَوج آئی نہ کوئی ساحِل تک
دِل کا دَریا اُتر گیا یوں ہی

ماہِ نَو عِشق کی طرح آیا
ہم پہ اِلزام دَھر گیا یوں ہی

کیا سُہانی سُہانی راتیں تھیں
خواب تھا جو بکھر گیا یوں ہی

دامنِ دِل نہ بھر سکا اَب کے
موسمِ گُل گزر گیا یوں ہی

لگ رہی ہے فضا اُداس اُداس
ہائے سُنسان کر گیا یوں ہی

ذکرِ جاناں سے جاں میں جاں آئی
زیست کا رُخ نکھر گیا یوں ہی

اُنؐ کا غم تو محیطِ عالَم ہے
میرے سینے میں بھر گیا یوں ہی

سَفَرِ حج بہت مُبارک ہے
کیا کریں گے، اگر گیا یوں ہی

اللہ اللہ اُس کا بَخت نفیسؔ
جو مَدینے میں مَر گیا یوں ہی

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

مِلّیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

شوال المکرم ۱۴۳۴ھ — جلد نمبر 9

بمطابق

اگست 2013ء — شمارہ نمبر 10

فہرست مضامین

كلمة الحبيب

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینیؒ

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابنِ انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر: حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر: جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ مِلّیہ — جامعہ مِلّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر...... حبیب الرحمٰن لدھیانوی — مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

Decl No. 3483-85

كلمة الحبيب

ڈوب مرنے کا مقام

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ہماری قوم وملک کی ذلت اور پستی تو پہلے ہی انتہاء کو چھو رہی تھی مگر اس پر عالمی سطح پر ایک تمغۂ ذلت اور سجا دیا گیا ہے۔

گزشتہ دو ماہ قبل عالمی سطح کے اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر دل دہل گیا کہ ”پاکستان کی دولڑکیوں نے برطانیہ پہنچ کر میں آپس میں شادی کر کے عالم اسلام کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا ہے، ان دونوں لڑکیوں کا تعلق لاہور سے ہے اور یہ پاکستان سے سٹوڈنٹ ویزا پر برطانیہ گئی تھیں، اور انہوں نے اس شادی کی آڑ میں برطانیہ میں پناہ طلب کرلی ہے“۔

اس خبر کو عالمی میڈیا نے بہت اُچھالا، مگر ہمارے ہاں کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، کسی ٹی وی ٹاک شو میں بحث نہیں ہوئی، کسی نے اس پر احتجاج نہیں کیا، کسی نے پاکستانی قوم کے اس اخلاقی دیوالیہ پن پر رنج کا اظہار نہیں کیا۔

آجکل ہمارے ملک کا تعارف جس انداز میں دنیا کے سامنے کرایا جا رہا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ ہم وہ کچھ دنیا کو دکھا رہے ہیں جس کا مظاہرہ یورپ میں بھی کم کم دیکھنے میں آ رہا ہے۔ امریکہ اور یورپی ملکوں میں ہم جنس کی شادی کا اگرچہ قانون بن گیا ہے مگر عام آدمی بھی اس کو غلط سمجھتا ہے اور اس سے بے زاری کا اظہار کرتا ہے۔ یہ قانون صرف چند پارلیمنٹ کے ممبران اور جنسیت زدہ سفلی جذبات رکھنے والے چند ججوں کا شاخسانہ ہے۔ وگرنہ مسلمان نہ ہونے کے باوجود بھی اکثریت اس قانون کے خلاف ہے۔

ہمارے ملک میں پینسٹھ سال سے جس تہذیب کو فروغ دیا جا رہا ہے وہ یورپ کے ہر گندے

کام کی تقلید ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں میڈیا کے ذریعہ حکومتی سرپرستی میں اس گندگی کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے۔ہم لوگ یورپی ممالک کے نرم قوانین کا فائدہ اٹھانے میں بڑے سرگرم ہیں۔یورپی ممالک میں کسی غیرملکی کوانسانی ہمدردی کی بنیادپراپنے ملک میں پناہ دینے کا قانون موجودہے۔جس میں غیرممالک میں رہنے والے اپنی جان کے خطرے کے پیش نظران ملکوں میں آکر پناہ کی درخواست کرتے ہیں،اوران کومعمولی چھان بین کے ساتھ غیرمعینہ مدت کے لئے پناہ دیدی جاتی ہے۔اورآخرکارایساوقت بھی آتاہے کہ اس پناہ گزین کووہاں کی مستقل رہائش رکھنے کی اجازت بھی دیدی جاتی ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں قوم کوایک ہی سبق پڑھایا گیا ہے،وہ ہے مال کماؤ یا مال بچاؤ۔اس کے لئے جوکچھ بھی کرلیا جائے وہ درست ہے۔اس میں جائز اور ناجائز کی پرواہ نہ کی جائے۔مال بچانے کے لئے حیلے تلاش کئے جاتے ہیں۔

مثلاًجنرل محمدضیاءالحق مرحوم کے دورمیں زکوٰۃ کانظام نافذکیاگیا،جس میں بنکوں کے کھاتہ داروں سے براہ راست زکوٰۃ کاٹی جاتی تھی۔جوکہ پاکستان کے تمام مسلمان کہلانے والوں کے لئے یکساں قانون تھا۔اس پراہل علم میں اختلاف گیاکہ کیاکھاتہ دارکی مرضی کے بغیربنک سے حکومت براہ راست زکوٰۃ کاٹ سکتی ہے؟۔کیونکہ بنک کی حیثیت دوصورتوں میں سے ایک ضرورہے۔یاتوبنک امین کے طورپرکام سرانجام دے رہاہےاوریاپھربنک اپنے کھاتہ دارکامقروض ہے۔شرعاًامین یا مقروض مالک کی مرضی کے بغیراس کے مال میں سے زکوٰۃ نہیں اداکرسکتا۔لہٰذابنک سے بھی کھاتہ دار کی مرضی کے بغیرزکوٰۃ نہیں کاٹی جاسکتی۔مگرنظام زکوٰۃ کومستردنہیں کیاگیا۔دیوبندی،بریلوی اہل حدیث تحفظات کے باوجودنظام زکوٰۃ کے نفاذکے قائل تھے۔

مگرشیعہ مسلک کے لوگوں نے اپنے آپ کوامت سے علیحدہ کرکے مطالبہ کردیاکہ ہماری زکوٰۃ نہ کاٹی جائے،ہم اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے کوزکوٰۃ دیناصحیح نہیں سمجھتے۔اس کے لئے انہوں نے اسلام آبادکی طرف مارچ بھی کیا،چنانچہ شیعہ مسلک کےلوگوں کے لئے ایک آرڈی نینس جاری کردیاگیاکہ ان کی زکوٰۃ بنکوں سے نہیں کاٹی جائے گی۔اس پرعمل درآمدشروع ہوگیا۔تمام بنکوں سے کہہ دیاگیاکوجواپنے آپ کے لئے شیعہ ہونے کاحلف نامہ جمع کرائے اس کی زکواۃ نہ کاٹی جائے۔

پاکستان میں یہ پہلی دفع ہوا تھا کہ شیعہ نے علی الاعلان باقاعدہ طور پر اپنے آپ کو امت مسلمہ کی وحدت سے علیحدہ ظاہر کیا تھا۔ جس کا نتیجہ پاکستان میں فرقہ وارانہ فساد کی شدت کی شکل میں سامنے آیا، جو کہ آج تک جاری ہے۔ (عجیب بات ہے کہ وہی شیعہ آج کل ملک میں وحدت المسلمین کا نعرہ بلند کر رہے ہیں)۔ آخر کار شیعہ برادری کو استثناء حاصل ہو گیا۔ شیعہ حضرات نے تو یہ کام اپنے مسلک کے لوگوں کے لئے کیا تھا مگر ہمارے ملک کے بنکاروں کی بھی رال ٹپک پڑی۔ انہوں نے اس قانون کو دینی امور سے ناسمجھ مسلمانوں پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ جو بھی کھاتہ دار آتا اسے کہہ دیتے کہ آپ شیعہ ہونے کا حلف نامہ جمع کرا دیں تو آپ کی زکوٰۃ نہیں کاٹی جائے گی۔ چنانچہ دیکھا دیکھی لوگوں نے حلف نامے جمع کرانے شروع کر دیئے۔ یہ راستہ بنکوں کے ذمہ داروں نے اس لئے دکھایا تھا تاکہ ان کے کھاتے دار کم نہ ہوں۔ چنانچہ اس وقت کے علماء نے اپنے طور پر لوگوں کو سمجھایا تو کچھ لوگوں کی سمجھ میں بات آ گئی۔

ہماری اخلاقی اور مذہبی حالت تو یہاں تک گر گئی ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنی حکومت کے آخری دنوں میں ہفتہ وار جمعہ کی چھٹی اور شراب پر پابندی کا حکم دیدیا تھا، اس پر عمل درآمد اس کے اقتدار کے ختم ہونے پر شروع ہوا۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے زمانۂ اقتدار میں اس پر قانون سازی ہوئی۔ اس قانون میں یہ طے کیا گیا کہ شراب پر پابندی کا حکم صرف مسلمان کہلانے والوں کے لئے ہے غیر مسلموں کے لئے نہیں۔ اور غیر مسلموں سے کہہ دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو رجسٹر کرائیں، اور پھر ان کے لئے ماہانہ طور پر شراب کا کوٹہ مقرر کر دیا گیا۔ ہمارے مسلمان کہلانے والوں نے اپنے گھر کی صفائی کرنے والے غیر مسلموں کو رجسٹر کروا کر اپنے لئے شراب کا بندوبست کر لیا۔ اور بعضے مسلمان کہلانے والے بادہ نوشوں نے تو یہاں تک کیا کہ اپنے آپ کو انہوں نے غیر مسلم کے طور پر رجسٹر کروالیا۔ چونکہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس سے فائدہ اٹھالیا۔

اسی طرح یورپ و امریکہ کے سیاسی پناہ کے قوانین کا ہمارے ملک میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ جس میں سب سے بڑا دخل ہمارے ان ٹریول ایجنٹوں کا ہے جو کہ غیر ملکی ویزا لگوانے کا کاروبار کرتے ہیں۔ یہ لوگ پُرکشش اشتہار دیتے ہیں، جن میں سادہ لوح لوگوں کو سُہانے خواب دکھائے جاتے ہیں، اور ان سے زندگی کی کمائی تک چھین لیتے ہیں۔ یہ ایک مضبوط مافیا ہے جس کو ہمارے

حکمرانوں اور بے غیرت بیورکریسی کی سرپرستی حاصل ہے، یہ لوگ عوام کو مستقبل میں دولت مند ہونے کے سنہرے خواب دکھا کر بھاری رقوم بٹورتے ہیں۔ اور پھر مختلف قسم کے منصوبے ضرورت مند کے سامنے رکھ دیتے ہیں، اس میں سے جو بھی کسی کو پسند آ جائے اس کے مطابق ویزے کا بندوبست کر کے اُسے باہر کے ملک بھجوا دیا جاتا ہے اور پھر اس ملک میں ان کے ایجنٹ جو کہ اکثر وکیل کے شکل میں دکھائی دیتے ہیں وہ ضرورت مند کی پناہ کی درخواست داخل کروا کر اپنی فیس کھری کرتے ہیں۔ اس کے لیے شرم و حیا اور دین سے عاری جو بھی طریقہ ہو اس کو استعمال میں لاتے ہیں۔ اور اس میں بنیاد اپنے ہی ملک کے وہ قوانین پیش کئے جاتے ہیں جو کہ اسلامی نظام کی اساس ہیں اور وہی قوانین غیر مسلموں کے نزدیک انسانی حقوق کے خلاف سمجھے جاتے ہیں۔ گویا کہ اپنے ملک کو دنیا کا واحد ظالم ترین قرار دے کے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو شخص جہاں پھنس جائے اسے وہیں پھنسا دیتے ہیں۔

مثلاً جب سے پاکستان میں قادیانیت کے خلاف قانون بنا ہے اس کے بعد سے ان لوگوں نے عوام کو اس چکر میں پھنسایا ہے کہ سیر و سیاحت یا سٹوڈنٹ ویزا کا بندوبست کرا دیتے ہیں اور پھر اس ملک میں اپنے ایجنٹ کے ذریعہ اس کو قادیانی ظاہر کر کے اس سے پناہ کی درخواست دائر کروا دیتے ہیں ،اس سلسلے میں وہاں کے قادیانی لیڈروں سے ان ایجنٹوں کا رابطہ ہوتا ہے۔ اور قادیانی با قاعدہ ضرورت مند کو اپنے عبادت خانے میں لے جا کر ان سے قادیانی ہونے کا حلف لیتے ہیں، اور ان کو چالیس دن تک قادیانیت کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں، اور پھر اس کو قادیانی ہونے کا سٹوفکیٹ جاری کرتے ہیں۔

میں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل اس سلسلہ میں ایک تحریک چلائی تھی۔ میرا تقریباً تیس برس سے یورپ اور امریکہ میں جانا ہوتا ہے، وہاں اس قسم کے مسائل ہمارے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ نوے کی دہائی میں اس سلسلہ میں امریکہ اور یورپ کے سفر کے دوران میں نے مولانا حافظ محمد اکرم صاحب مرحوم (نیو یارک) کی سرپرستی میں ایک فتویٰ بھی جاری کیا تھا کہ ”جو لوگ بیرون ملک جا کر اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے سیاسی پناہ لیتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ کسی مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں، اگر وہ شادی شدہ ہیں تو ان کی بیویاں ان کے نکاح میں نہیں رہیں، ان کی بیویاں بغیر طلاق لئے عدت گزار کر کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کر سکتی ہیں۔ ان لوگوں کی توبہ بھی اس وقت تک قبول نہیں جب تک کہ وہ سیاسی پناہ کے محکمہ کو یہ لکھ کر نہ دیدیں کہ ہم نے جھوٹ

بولا تھا، اس سلسلہ میں ہماری درخواست واپس کردی جائے۔ اس لئے کہ قادیانی ہر سال محکمہ سیاسی پناہ سے یہی اعداد وشمار لے کر دنیا میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ دیکھو اتنے لوگ قادیانی ہوگئے‘‘۔ اس پر وہاں کافی لے دے ہوئی۔ کئی لوگوں نے جنہوں نے اسی قسم کی پناہ کی درخواست دی ہوئی تھی، مجھے کہا کہ اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولا جاسکتا ہے، اس لئے آپ کا فتویٰ ہم پر صادق نہیں آتا۔ میں نے ان سے کہا کہ پہلی بات یہ ہے کہ آپ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ مسلمان ہیں قادیانی نہیں، تو پھر آپ کو پاکستان میں کس قانون سے خطرہ ہے، دوسرے یہ کہ پاکستان میں کسی قادیانی کو بھی جان کا خطرہ نہیں ہے، پاکستان میں تمام قادیانی آزاد ہیں، کسی کو اس کے عبادت خانے میں جانے سے نہیں روکا جاتا۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان نہ کہیں، نیز اپنے عبادت خانوں کو مسجد نہ کہیں۔ اس کے باوجود بھی قادیانیوں پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ ہمارے ملک میں بے روزگاری ہے وہاں مشکل سے گزارا ہوتا ہے، اگر تھوڑا سا جھوٹ بول کر کچھ حاصل ہوجائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اگر بات صرف جھوٹ تک ہی محدود رہے تو پھر بھی ہوسکتا ہے کہ کہیں نہ کہیں کفارہ ادا کر کے جان چھوٹ جائے، مگر یہاں تو ایمان کے جانے کا مسئلہ ہے، آپ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس پر دو قسم کے گناہ لازم آگئے، ایک جھوٹ بولنے کا گناہ، اور دوسرے ایمان کے جانے کا گناہ۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ یہاں پر پاکستانی دلّال وکیلوں کے پیچھے نہ پڑیں، یہاں کئی گورے کالے وکیل ہیں جو کہ یہاں کے قوانین کے سقم کو سمجھتے ہیں، انشاء اللہ وہ لوگ اپنے ہی ملک کے کسی قانون کا سقم نکال کا آپ کو یہاں کہ رہائش لے دیں گے۔

اس پر کئی لوگوں کو بات سمجھ آگئی، انہوں نے کہا کہ یہاں کے علماء نے تو اس سلسلہ میں ہمیں صحیح طریقہ سے بریف نہیں کیا۔ الحمد للہ بہت سے لوگوں کو فائدہ ہوا۔ کئی لوگوں نے اپنے کاغذات واپس لے لئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ کرم کیا کہ ان کا کوئی دوسرا بندوبست کردیا، جس کی وجہ سے انہیں ملک نہیں چھوڑنا پڑا۔

آجکل ہمارے ملک میں بے روزگاری، بدامنی، قتل وغارت گری بہت بڑھ چکی ہے، لوگ ملک کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں، جس کے پاس روزگار نہیں ہے وہ دوسرے امیر ملکوں کا رُخ کرتا

ہے، اور وہاں رہنے کے کوشش کرتا ہے، چونکہ ان ممالک میں قوانین سخت کردیئے گئے ہیں اس لئے ان ممالک میں صرف ایک طریقہ رہ گیا کے کہ اپنے ملک کو ظالم ثابت کر کے وہاں کی رہائش اختیار کرلی جائے۔ آجکل نوجوانوں میں راتوں رات امیر ہونے کا بھوت سوار ہے، اس کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں، ہمارے ملک میں ڈاکے، چوریاں، بھتہ خوری عام ہوچکی ہے۔ یہ وہ نوجوان کرتے ہیں جو کہ گینگ کی شکل میں ہیں اور پڑھے لکھے بے روزگار ہیں۔ اور جو بے روزگار اتنی ہمت نہیں رکھتے تو وہ باہر کے ملکوں میں پناہ ڈھونڈنے کے خواہش مند ہیں۔ اس سلسلہ میں آجکل سٹوڈنٹ ویزے کا رجحان بڑھ گیا ہے،۔ ہمارے ملک کے یہ بے روزگار نوجوان تعلیم کے ویزے پر ان ملکوں میں جاتے ہیں اور اس ویزے کی آڑ میں وہاں کام کاج تلاش کرتے ہیں۔ پہلے تو ان ممالک میں کام مل جاتا تھا اس لئے کہ ان کے قوانین میں گنجائش تھی، مگر اب قانوناً تعلیم کے ویزے پر آئے ہوئے کو کام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میرا اکثر ان ملکوں میں جانا ہوتا ہے، تو ان لوگوں کو کام کی تلاش میں مارے مارے پھرتے دیکھتا ہوں۔ چونکہ وہاں کام کی اجازت نہیں ہے تو ان لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے ان لوگوں کو قانونی رہائش مل جائے۔ اس کے لئے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہاں ان کی شادی ہوجائے۔ یا کوئی کمپنی ان کو اپنے پاس رکھ لے یا پھر پناہ مل جائے۔ سٹوڈنٹ میں لڑکے بھی ہوتے ہیں اور لڑکیاں بھی۔

دو پاکستانی لڑکیوں نے برطانیہ میں آپس میں شادی کر کے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے، یہ کام کوئی شریف لڑکیاں نہیں کرسکتیں، اس قسم کی سوچ تو الٹرا ماڈرن گھرانوں کی لڑکیوں کی بھی نہیں ہے۔ یہ دھندا کرنے والی لڑکیاں ہیں، جن کا کام اپنے جسم کو بیچنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ اس قسم کی جنس ہمارے ملک کے بڑے شہروں کے پوش علاقوں میں مخصوص کوٹھیوں میں رہتی ہے۔ جو کہ سورج کے غروب ہوتے ہی آباد ہوجاتی ہیں اور طلوع فجر تک یہی کچھ ہوتا ہے۔ ان کا مول تول دلاّل کرتے ہیں ، ہمارے ملک کی کرنسی کے اعتبار سے ان کی قیمت لگتی ہے۔ اور بعض دلاّل ایسے ہوتے ہیں جن کا رابطہ دوسرے ممالک سے بھی ہوتا ہے، وہاں پر ان لڑکیوں کو بھیج دیا جاتا ہے یا بیچ دیا جاتا ہے۔ یہ کام زیادہ تر عرب ممالک میں ہوتا ہے، اس میں بڑی رازداری برتی جاتی ہے۔ ان لڑکیوں کو خادمہ یا نرس کے طور پر بھیجا جاتا ہے۔ پھر یہ وہاں جا کر اپنا مخصوص گند پھیلاتی ہیں، ان کے دلاّل ان کے محافظ ہوتے

ہیں۔بعض دلاّل توان کواپنی بیویاں بنا کر لے جاتے ہیں۔سعودی عرب میں تو واقف حال لوگوں نے تو یہ باتیں رورو کر بتائیں کہ عمرے کے ویزے پر نوجوان لڑکیوں کو بھیج دیا جاتا ہے اور وہاں مکہ و مدینہ میں ان کے دلاّل انکے لئے گاہکوں کا بندوبست کرتے ہیں۔اس سے اگلی داستان لکھتے ہوئے ضمیر لرز جاتا ہے۔

جب سے برطانیہ اور یورپ میں سٹوڈنٹ ویزے کا پروپیگنڈا عام ہوا ہے تو لڑکیوں نے بھی اس سے فائدہ اُٹھانا شروع کردیا ہے۔ویزا ایجنٹ ماں باپ کو یہ تسلی دیتے ہیں کہ آپ کی لڑکی کی وجہ سے آپ کے گھر میں مال و دولت کی فراوانی ہوجائے گی۔پھر جب یہ لڑکیاں برطانیہ یا یورپ جاتی ہیں، وہاں کی آسائش و آرام دیکھ کر ان کا دل وہیں رُک جانے کو چاہتا ہے، تو کسی نہ کسی بہانے وہاں کے قانون کا سہارا لیتی ہیں۔جن میں مردوں کے ظلم وستم یا علاقائی رسوم و رواج کو بہانہ بنایا جاتا ہے۔مگر یہ جو کام ان پاکستانی لڑکیوں نے کیا ہے یہ پہلا واقعہ ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وکیل نما دلاّل بہت ہی زیادہ بے غیرت اور ملک دشمن ہے، اوران لڑکیوں کو سٹوڈنٹ ویزا دلا کر بھیجنے والے انسانیت سے بھی عاری ہیں۔کیا ہم لوگ اتنے بے غیرت ہوچکے ہیں کہ دنیا کی بے غیرتی کے سوتے ہمارے ہی ملک سے پھوٹنے لگے ہیں۔ہمارے آس پاس کے ممالک بھارت، بنگلہ دیش، بھوٹان ، نیپال جو کہ سیکولر ملک کہلاتے ہیں، وہاں پر عالمی میڈیا کے مطابق جسم فرشی کا کاروبار سب سے عروج پر ہے، پھر بھی وہاں پر ہم جنس پرستی کی شادی پر پابندی ہے، اور خاص کر ایسی شادیوں کا وہاں تصور بھی نہیں ہے،مگر ان ممالک کی کسی بھی لڑکی میں یہ جرأت پیدا نہیں ہوسکی کہ وہ اپنے ملک سے باہر جا کر اس قسم کی پناہ حاصل کرے۔اس بات کو پوری دنیا کے میڈیا نے اُچھالا ہے اور کہا ہے کہ دیکھو ایک اسلامی جمہوری ملک کی دو لڑکیوں نے برطانیہ میں کیا گُل کھلایا ہے۔مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے کانوں میں جوں تک نہیں رینگی۔

ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے، یہ ہمارے ملک ہی میں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ہمارا ملک ہی ہے جہاں ملالہ پر حملے کے ڈرامہ کی آڑ لے کر لڑکیوں کے لئے اس ملک کو تعلیم دشمن قرار دیا گیا۔اگر حکومت وقت میں رتی بھر حیا وشرم موجود ہے تو ان گماشتوں کا پتہ لگائے جو اس مکروہ دھندے میں ملوث ہیں، ان کو کیفر کردار تک پہنچائے، تاکہ آئندہ کسی کو ایسے کام کی جرأت نہ ہو۔

وصیت نامہ

حضرۃ مخدوم العلما تاج الکملا منبع انوار و رحمت جامع شریعت و طریقت،
مرجع السالکین مولانا الحافظ الحاج الشاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ

مکتوب گرامی

از قضا　　آئینہ　　چینی　　شکست
خوب　　شد　　اسباب　　خودبینی　　شکست

از احقر عبدالرحیم عزیزم شاہ زاھد حسین صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل زبانی مولوی احمد شاہ صاحب کی معلوم ہوا کہ مقدمہ خلاف ہوا۔ اس خبر سے بہت صدمہ ہوا۔ آپ کے قلب پر جو کچھ صدمہ ہے اس سے اپنی طبیعت کو بہت کچھ کوفت ہوئی۔ تغیرات اور حوادث تو اس عالم کا ایک لازمی امر ہے۔ یہ تو کچھ زیادہ اہم نہیں طبیعت پر نہیں، البتہ آپ کے صدمہ کا بہت زیادہ طبیعت پر اثر اور خیال ہے۔ لہذا چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ بحمداللہ تعالیٰ حق تعالیٰ شانہ نے جناب کو فہم صائب مرحمت فرمایا ہے اور بصیرت دینی مرحمت فرمائی ہے لہذا کچھ لکھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

عسیٰ ان تکرھو اشیئا وھو خیرلکم .

''ممکن ہے کسی چیز کو تم ناپسند کرتے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو''

جب مومن کو کانٹا بھی بلا نفع نہیں لگتا تو اور صدمات کا تو کیا ذکر ہے جو غم اور صدمہ مومن کو پہنچتا ہے وہ سیآت کا کفارہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ مضمون حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ کسی بندے کو یہ چاہتے ہیں وہ دنیا میں ہی گناہوں سے پاک ہو جائے اور زمین پر چلے اور اس پر گناہ نہ ہو تو حق تعالیٰ اس پر غم بھیجتے ہیں یہ غم آگ کا کام دیتا ہے کہ سب میل کچیل کو جلا کر پاک کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ:

انما یوفی الصبرون اجرم بغیر حساب

''صابروں کو بے حساب اجر دیا جائیگا''

نیز جب ہم بندے ہیں تو تصرفات الٰہی پر راضی نہ ہونا یہ بندگی کے خلاف ہے لہذا حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری بلا پر صبر نہ کرے اور میری قضا پر راضی نہ ہو اس کو چاہیے کہ میرے آسمان کے نیچے سے نکل جاوے اور کوئی اور خدا ڈھونڈ لیوے۔ دوم یہ خیال کرنا چاہیے کہ جو کچھ نعمتیں دینی اور دنیوی حق تعالیٰ نے تم کو عطا فرما رکھی ہیں یہ محض اس کی عطا ہی تو ہے کوئی اپنا استحقاق تو نہیں ہے اس کے بندے بے شمار ہیں جو ذلیل وخوار مصائب میں مبتلا ہیں، یہ محض اس کا انعام ہے کہ تم کو دین اور دنیا کی وہ نعمتیں مرحمت فرمائی ہیں کہ جن کا احصاء اور شمار طاقت سے باہر ہے۔

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها

''اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے''۔

جس میں سے ایک نعمت کا شکر ہی ادا کرنے سے بندہ عاجز ہے تم ان نعمتوں کا خیال کرو اور اس کے مقابلہ میں اس ذرا سے صدمہ کو سوچو کہ کیا حقیقت رکھتا ہے دوسری بات یہ خیال کرنے کی ہے کہ متصرف حقیقی کون ہے، فتح وشکست اقبال وادبار، موت وحیات اور باقی سب حیات اور باقی سب تغیرات کس کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کسی کو دخل نہیں۔ اسی وحدہ لاشریک کا ہی کام ہے زید وعمرو حکام ظاہری اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتے جب یہ سب اسی کی طرف سے ہے تو جن بندوں کو حق تعالیٰ شانہ فہم خاص مرحمت فرمایا انکا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے ور باطن کچھ اور، باطن چونکہ یہ دیکھ رہا ہے کہ سب امور محبوب حقیقی کا تصرف ہے۔

لہذا اس پر راضی ہے اور مطمئن ہے ۔صبر ہی نہیں بلکہ اپنے مالک کا تصرف سمجھ کو اس سے لذت لے رہا ہے اور ظاہر اسباب سے کام لیتا ہے۔ اسباب ظاہر کو تقاضائے حکمت سمجھتا ہے لہذا اس کی تدبیر میں مشغول ہوتا ہے، نتیجہ کو موقوف اسباب پر نہیں سمجھتا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ تم کو اگر زیادہ خیال ہے تو شماتت اعداد کا ہے مگر یہ سوچو جب میاں اسی کو پسند کرتے ہیں اور اسی میں کوئی بیش قیمت نفع ومسرت تمہارے لیے رکھی ہے تو پھر جو ہر قلب سے اس کو نعمت سمجھ کر قدر کے ساتھ اس کو قبول کرنا چاہیے۔ خیالات طبعی کو اس کے مقابلہ میں رد کرنا چاہیے۔

بندہ وہی ہے جو اپنے آپ کو مالک کے سپرد کردے۔ اپنی خواہش کو کسی امر میں دخل نہ دے۔ اپنی خواہش کو کسی امر میں دخل نہ دے۔

وافوض امری الی اللہ ''میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں''

جب آپ یہ کو معلوم ہے کہ حضور فخر عالم ﷺ اور پھر باقی تمام انبیاء علیہم السلام کو صدمات اور غم والم کا حصہ اس درجہ پہنچا ہے جو کسی مخلوق میں اس قدر نہیں پہنچا اور پھر متبعین پر جس کسی کو زیادہ مناسبت انبیاء علیہم السلام سے ہے یہ صدمات اس کا حصہ ہے تو معلوم ہوا کہ بندوں کو ان صدمات کے پہنچنے میں بہت بڑی رحمت اور حکمت پوشیدہ ہے۔

زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں بحمد اللہ تعالیٰ آپ ہر طرح سے دانا ہیں اس فانی صدمہ کو جو انشاء اللہ عنقریب کسی بڑی خوشی کا مقدمہ ہے آپ ہرگز بھی رائی کے دانہ کے برابر بھی اپنے قلب میں جگہ نہیں دیں گے شیطان اگر یہ سوسہ طبیعت میں ڈالے کہ اپنی دعا کا کچھ اثر نہیں ہوا، اور اس پر لاحول پڑھنی چاہیے کیونکہ حضور فخر دو عالم ﷺ نے ہم کو بتلا دیا ہے کہ قیامت کو ان دعاؤں کا بدلہ جب ملنے لگے گا کہ جو حسب خواہش دنیا میں پوری نہیں ہوئیں تو اس وقت سب یہ حسرت کرینگے کہ اگر ہماری کوئی بھی دعا دنیا میں نہ پوری ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔

کہ آج یہ اس کا اجر جو اس سے بے انتہا بڑھا ہوا ہے لیتے تو غرض ایمان کی آنکھ اور ہے اس کا یہ اثر ہے کہ کوئی حالت بندے پر ہو، اس کے قلب کے لیے موجب تسکین ہی ہوتی ہے بلکہ غم والم کے اندر ایک ایسا ذائقہ پاتا ہے جو اپنی خواہش کے موافق کام ہونے میں ہرگز نہیں پاتا اور جس کی آنکھ ایمان کی گدلی ہے اس اسفل اور ناپائیدار اور مردار دنیا ہی پر اس کی نظر کا انحصار ہے۔ اس کا خوشی وغم فقط اپنی خواہش کے پورا ہونے کا نہ ہونے پر منحصر ہے جو بہت جلد فنا ہونے والا ہے۔

یہ چند باتیں جو اصل اور یقینی اور باقی ہیں عرض کی گئی ہیں امید کہ اس مضمون کو جو ہر قلب میں جگہ دے کر آنجناب بالکل مطمئن ہونگے باقی ظاہری اسباب کی تدبیر کرنا یہ اور بات ہے اس میں مضائقہ نہیں، مگر ہمیشہ کو اصل سرمایہ قلت کا یہی ہونا چاہیے جو عرض کیا گیا ہے چونکہ آپ کی طرف کا بہت خیال لگ رہا تھا اس وجہ سے اس عریضہ کے لکھنے کی ضرورت پڑی زیادہ والسلام

۲۹ر فروری ۱۹۱۲ء

عبدالرحیم رائے پوریؒ

وصیت نامہ:

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين

وسائرالنبين وعلىٰ اله واصحبه اجمعين. امابعد!

یہ احقر سراپا تقصیر عبدالرحیم عفی عنہ چند کلمات بطور وصیت کے لکھتا ہے۔

احقر نے بتوفیق حق سبحانہ وتعالیٰ اس کتب خانہ میں جو موقعہ باغ رائے پور میں واقع ہے دو مد کی کتابیں جمع کی ہیں۔ ایک وہ جو بندے کی ملک مجازی ہیں۔ بندے نے ان کتابوں کو اسی غرض سے جمع کیا تھا کہ وقف رہیں جو ان کا اہل ہو ان سے نفع اٹھاوے، یہ نیت شروع ہی سے تھی کہ یہ احقر کا ترکہ نہ سمجھا جائے جس میں وراثت جاری ہو، اب صاف طور پر تصریح کرتا ہوں کہ یہ وقف ہیں اور میں بطور متولی ان کی حفاظت ونگرانی کرتا ہوں۔ دوسرا مدرسہ کی کتابوں کا ہے جو خریدی گئیں یا کسی نے مدرسہ میں دیں جن میں بڑا ذخیرہ قرآن شریف کا بھی ہے، ان کا بھی متولی ومحافظ عالمِ اسباب میں احقر ہی رہا۔

اول مد کی فہرست جدا ہے۔ جس پر نمبر ا یک لکھا ہوا ہے

اور دوسرے مد کی جدا جس پر نمبر دو لکھا ہوا ہے،

نمبر ایک کی کتابوں میں فقط ایک قرآن شریف قلمی جو سنہری تحریروں میں ایک کاغذ طویل پر لکھا ہوا ہے۔ اور ایک حمائل شریف بہت چھوٹی قلمی سنہری یہ دونوں ایک یہ جگہ ایک کپڑے کے ڈبہ میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ بطور امانت کے ہیں۔ بعض بغرض حفاظت اس کتب خانہ میں رکھی ہوئی ہیں، ان کی کیفیت فہرست نمبر ایک میں درج ہے ان کے سوا سب وقف ہیں۔

اب احقر ان دونوں مد کی کتابوں کا متولی اپنے بعد اپنے ہمشیر زادہ حافظ ومولوی محمد اشفاق سلمہ کو قرار دیتا ہے حق تعالیٰ ان کی عمر اور علم وعمل میں برکت عطا فرماویں۔ یہ خود بھی اس کتب خانہ سے نفع اٹھائیں اور دوسروں کو بھی ان کتابوں سے نفع اٹھانے سے نہ روکیں۔ البتہ اس کا خیال ضرور رکھیں کہ کوئی کتاب ضائع نہ ہو۔

ان کو بھی وصیت کرتا ہوں اور حق تعالیٰ سے توفیق کا خواہاں ہوں کہ یہ اپنا اشعار اخلاص وتقویٰ وخشیۃ اختیار کریں نیز ان دونوں نصیحتوں پر ضرور پابند ہوں ایک یہ اس شعر کا مضمون ملحوظ رکھیں۔

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حروف است

بادوستاں تلطف بادشمنان مدارا

جو کشاکش بوجہ نفسانیت ودخل شیطانی باہم پیش آتی ہیں ان سے یکسو رہنا اور (ادفع بالتی هی احسن) پر عمل کرنا اپنے لیے بھی موجب راحت ہے اور دوسروں کے لیے موجب ہدایت ہوتا ہے ورنہ یہ علم کچھ ثمر نہیں لاتا۔ دوسرے یہ کہ یہ ضرور ملحوظ رکھیں کہ حضرت سعدیؒ کا یہ فرمان اکسیر ہے اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ۔

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

واقعہ میں یہی منشاء قرآن پاک اور حدیث پاک کا ہے اگر بتوفیق الٰہی اس پر عمل نصیب ہو تو پھر سب کچھ نعمت حاصل ہے بس بندے کے پاس یہی ذخیرہ کتابوں تھا جس کا متولی عزیز مذکور کو قرار دے دیا۔ باقی احق فارغ ہے کوئی سرمایہ ایسا نہیں کہ جس میں کسی کو لب کشائی کا موقعہ ہو۔

واٰخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام

الاكملان الاتمان على سيد المرسلين وسائر النبين واله واصحابه اجمعين.

عبدالرحیم عفی عنہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

یہ وصیت نامہ حضرت مولانا عبدالرحیم شاہ صاحب سلمہ نے احقر کے قلم سے لکھوایا

خاکسار (مولوی) نور محمد لدھیانوی نور پوری حال مقیم رائے پور

حضرت مدظلہم العالیٰ نے میرے سامنے یہ مضمون فرمایا اور لکھوایا۔

ا۔ (مولانا) محمد یحییٰ عفی عنہ (کاندھلوی قائم مقام مدرس اول مظاہر العلوم سہارن پور)

۲۔ (راؤ) عبدالعزیز خاں بقلم خود (رئیس رائے پور)

بھوسے کے تنکے

اونٹنی پر دو تھیلے تھے، ایک میں ستو تھے، دوسرے میں کھجوریں۔ سامنے پانی سے بھرا مشکیزا تھا اور پیچھے ایک برتن۔ مسلمانوں کی ایک جماعت ساتھ تھی، روزانہ صبح آپ برتن بیچ میں رکھ دیتے اور سب آپکے ساتھ کھانا کھاتے۔ پیشانی سے اوپر کا حصہ دھوپ میں چمک رہا تھا، سر پر ٹوپی تھی، نہ عمامہ، اونٹ کی پیٹھ پر اونی کمبل تھا جو قیام کی حالت میں بستر کا کام دیتا تھا۔ خواجین میں کھجور کی چھال بھری تھی، اسے ضرورت کے وقت تکیہ بنالیا تھا۔ نمدے کا بوسیدہ کُرتا پہنے تھے اس میں چودہ پیوند تھے اور پہلو سے پھٹا ہوا تھا۔ یہ تھی وہ حالت جس میں عمر فاروق اعظمؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے جہاں مخالفین ہتھیار ڈال چکے تھے اور اب وہ معاہدہ کرنے آئے تھے جس کی رو سے یہ عظیم الشان شہر مسلمانوں کی سلطنت میں شامل ہونا تھا۔ آپ نے مفتوح قوم کے سردار کو بلایا، اس کا نام جلومس تھا، ارشاد فرمایا، میرا کرتا دھوکر سی لاؤ اور مجھے تھوڑی دیر کیلئے کوئی کپڑا یا قمیص دے دو۔

جلومس نے عرض کیا ''آپ عرب کے بادشاہ ہیں، اس ملک میں آپ کا اونٹ پر جانا زیب نہیں دیتا، اگر آپ دوسرا لباس پہن لیں اور ترکی گھوڑے پر سوار ہو جائیں تو رومیوں کی نگاہ میں عظمت بڑھے گی۔'' جواب دیا۔ ''خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے، اسلام کی وجہ سے ہے، اسکے سوا ہمیں کچھ نہیں چاہیے''۔

ابن کثیر نے طارق بن شہاب کی ایک روایت نقل کی ہے، ان کا بیان ہے ''جب حضرت عمرؓ شام پہنچے تو ایک جگہ راستے میں پانی رکاوٹ بن گیا۔ آپ اونٹنی سے اترے، موزے اتار کر ہاتھ میں لئے اور اونٹنی کو ساتھ لے کر پانی میں اتر گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا، آپ نے آج وہ کام کیا جس کی اہل زمین کے نزدیک بڑی عظمت ہے۔ فاروق اعظم ز نے انکے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''ابوعبیدہ! کوئی اور کہتا تو کہتا، یہ بات تمہارے کہنے کی نہ تھی۔ تم دنیا میں سب سے زیادہ حقیر، سب سے زیادہ ذلیل اور سب سے زیادہ قلیل تھے، اللہ نے تمہیں اسلام سے عزت دی، جب بھی تم اللہ کے سوا کسی سے

عزت طلب کرو گے، اللہ تمہیں ذلیل کریگا''۔

لیکن لطیفہ یہ ہے کہ جب بھی ان ہستیوں کی مثال دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ تو صحابہ تھے، یہ تو خلفائے راشدین تھے، یہ تو عمر بن عبدالعزیز تھے، تو پھر شان وشوکت پر مرنے والے لوگ کیا یہ چاہتے ہیں کہ ہم چنگیز خان اور قیصر یا کسریٰ کی مثالیں دیں؟ کیا ہم عیاش زندگی گزارنے والے ان کیڑے مکوڑوں کو ان بادشاہوں کا سبق پڑھائیں جو بات بات پر کھالیں کھنچواتے تھے؟ کیا ان کا آئیڈیل بنوامیہ کے وہ لالچی لوگ ہیں جنہوں نے عمر بن عبدالعزیز کو زہر دے دیا تھا؟ دماغ کے بجائے بھوسے کے بے وزن تنکے ہیں، ان لوگوں کے سروں میں جو عمران خان سے تبدیلی کی توقع کررہے ہیں، تمام قومی اخبارات میں جو خبر چھپی ہے، کیا اس کے بعد بھی شک کی کوئی گنجائش رہ گئی ہے؟

''تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان خصوصی طیارے میں سفر کرتے ہیں جو ان کی پارٹی کے رہنما جہانگیر ترین کی شوگر ملوں کی ملکیت ہے۔ جہانگیر ترین نے رابطہ کرنے پر تصدیق کی ہے کہ عمران خان ملک کے اندر انکی کمپنی کے جہاز میں سفر کرتے ہیں تاہم جب وہ یہ جہاز استعمال کرتے ہیں تو میں اپنی جیب سے چارجز ادا کرتا ہوں۔ خبر کا مضحکہ حصہ وہ ہے جس میں تحریک انصاف ک سیکرٹری اطلاعات نے پوچھا ہے کہ اس طرح سفر کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟ نوکر شاہی کا ایک سابق اہلکار اس سے زیادہ سوچ بھی کیا سکتا ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ میں بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال رہا ہوں لیکن اس وحشت ناک خبر سے کچھ نتیجے تو واضح طور پر باہر نکل رہے ہیں۔ پہلا یہ کہ ضرور کوئی مجبوری ہے جس کی وجہ سے عمران خان عام فلائٹ میں سفر کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ مجبوری اتنی شدید ہے کہ عمران خان ایک امیر شخص کا احسان اپنے کاندھوں پر لینے کیلئے تیار ہیں۔ دوسرا نتیجہ نہ نکلتا ہے کہ عمران خان اتنے قلاش ہیں کہ چارجز اپنی جیب سے ادا نہیں کر سکتے۔ اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ایک نیازی پٹھان استطاعت رکھنے کے باوجود کسی کا احسان لے؟ تیسرا یہ کہ مفادات کا ٹکراؤ ایک ایسی چڑیا کا نام ہے جس سے تبدیلی لانے والا لیڈر یکسر ناواقف ہے۔ آخر آنکھ میں پانی بھی تو ہوتا ہے! کل پارٹی کے اس امیر رکن کی توقع (مع مطالبہ) کس طرح رد کیا جاسکے گا جو لاکھوں روپے اپنے لیڈر کے سفر پر خرچ کررہا ہے۔

کیا خوب ہے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے؟ حرج اور تو کوئی نہیں حضور! صرف یہ حرج ہے کہ جو شخص خصوصی طیارے کے بغیر سفر نہیں کر سکتا، خواہ اس کیلئے احسان کا جوا ہی کندھوں پر کیوں نہ

رکھنا پڑے، وہ تبدیلی کیا لائے گا؟ سوال حرج کا نہیں، نہ ہی جائز یا ناجائز کا ہے، سوال مائنڈ سیٹ کا ہے۔ جیسا مائنڈ سیٹ ہوگا ویسا ہی کارنامہ سرزد ہوگا۔ لیڈر کا طرزِ عمل مثالی ہوتا ہے، اسے سو میں سے ساٹھ یا ستر نمبر لینے ہوتے ہیں۔ ۳۳ نہیں۔ تحریک انصاف کے سیکرٹری اطلاعات نے ابو حنیفہ کا نام سنا ہوگا، اگر نہیں تو کسی سے پوچھ لیں۔ امام کپڑا دھو رہے تھے دھوئے جا رہے تھے۔ کسی نے پوچھا حضرت! آپ نے تو فقہ کے حساب سے فتویٰ دیا ہے کہ تین دفعہ دھونے سے کپڑا پاک ہوجاتا ہے، پھر مسلسل دھوئے جا رہے ہیں؟ فرمایا! وہ فتویٰ تھا، یہ تقویٰ ہے۔ لیڈر کے ایک ایک عمل سے سینکڑوں ہزاروں لاکھوں کروڑوں لوگوں کا طرزِ عمل متاثر ہوتا ہے۔ حرج دریوزہ گری، ذاتی آرام و آسائش کیلئے امراء کے زیر بار ہونا، کیا اس میں کوئی حرج نہیں؟

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کے ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

خیر...... یہ تو قرض بھی نہیں، احسان ہے، تادم تحریر امیر شخص نے یہ نہیں کہا کہ وہ یہ سارا خرچ قرض پر کر رہا ہے۔ خدا کے بندو! عزت اس میں نہیں کہ تم یوسف رضا گیلانی کی طرح لاکھوں روپے کا سوٹ پہنو یا شریف برادران کی طرح اربوں کھربوں روپے کے حیرت انگیز محلات میں رہو اور پنجاب پولیس کے سینکڑوں سپاہی پہرے پر کھڑے کر دیا جاگیرداروں، سرداروں کی طرح کئی کئی سو کلاشنکوف بردار ساتھ لیے پھرو یا عمران خان کی طرح عوام سے روپوش ہوکر خصوصی جہاز میں سفر کرو، ایک پورے جہاز میں صرف ایک شخص!

عزت اس میں ہے کہ تم مملکت خداداد کے عوام کے رہنما ہو، لاکھوں لوگ تمہیں لیڈر مانتے ہیں، کیا یہ عزت تمہارے لئے کافی نہ تھی؟ معزز بننے کیلئے رائیونڈ یا سرے کے محلات ضروری نہیں ہوتے، نہ خصوصی جہاز۔ تم سے تو وہ احمدی نژاد بہتر ہے جو پرانے گھر میں رہتا ہے، گھر سے لائے ہوئے سوکھے سینڈوچ کھاتا ہے اور جس نے ایوان صدر کی قیمتی قالین مسجد میں بھجوادی ہیں۔ تم سے تو وہ من موہن سنگھ بہتر ہے جس کے پاس کپڑوں کے گنے چنے چند جوڑے ہیں جسکے گھر میں فیکس مشین تک نہیں اور جس کی بیٹی سہیلی کو سبق کے نوٹس فیکس کرنے کیلئے بازار جاتی ہے۔ دماغ کے بجائے بھوسے کے بے وزن تنکے ہیں، ان سادہ لوحوں کے سروں میں، جو ایسے لیڈروں سے تبدیلی کی توقع رکھتے ہیں۔ سوال حرج کا نہیں، سوال مائنڈ سیٹ کا ہے!

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی قسط 34

جملہ معترضہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری!

گزشتہ شمارے میں ہم نے مکتب فکر اہل حدیث کے ممتاز مفکر اور ان کے نزدیک فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریک ختم نبوت میں ان کی خدمات کا پہلا حصہ شائع کیا تھا، جس میں ہم نے لکھا تھا کہ فاتح قادیان نے مرزا قادیان یا اس کی روحانی ذرّیت کے ساتھ جو مناظرے یا مباحثے کئے تھے وہ انہیں مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھ کر کئے تھے، انہوں نے قادیانیوں کے بارے میں باقاعدہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا تھا۔ ہمارا یہ مضمون ابھی تشنۂ تکمیل تھا، سوچا تھا کہ باقی حصہ ہم اگلے شمارے میں لکھیں گے۔ مگر یار لوگوں سے اس پر صبر نہ ہوسکا، اور ایسی ایسی قسم کی ای میلیں مجھے موصول ہوئیں کہ ان کو درج کرنے کی اخلاق اجازت نہیں دیتا۔ زیادہ تر نے تو واہیات ہی لکھیں ہیں، مگر کچھ لوگوں نے معقول انداز میں سیرت ثنائی سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کا کفر کے فتوے کے متعلق ایک قول پیش کیا ہے جو کہ ایک روایت کی شکل میں ہے۔

غیر مقلّدین کی طرف سے اس بارے میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

’’کچھ عرصہ ہوا اخبارات میں یہ بحث چھڑ گئی تھی کہ سب ہی علمائے کرام نے مرزائے قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگا رکھا ہے۔ مگر مولانا ثناء اللہ صاحب نے کفر کا فتویٰ نہیں دیا نہ اسے کافر کہا ہے۔ مولانا عبد الغنی صاحب خانپوری کا بیان ہے کہ میں یہی اعتراض ذہن میں لے کر مولانا ثناء اللہ کے پاس پہنچا اور اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا:

بھئی میں تو مرزا قادیانی کو کافر کہنا لفظ کفر کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔

یہ ایک ایسا جواب تھا کہ میں خاموش ہوگیا اور پھر کچھ نہ کہہ سکا۔ (سیرت ثنائی ص ۷۰ امرتبہ

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی)

یہاں پر ایک بات واضح نظر آتی ہے وہ یہ کہ مولانا ثناء اللہ مرتسری کا مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق کوئی ایسا واضح فتویٰ اہل علم اور عوام الناس کے سامنے نہیں آیا تھا جس پر لوگوں کو اطمینان ہوتا۔اسی لئے تو مولانا عبدالغنی صاحب کو مولانا ثناء اللہ امرتسری سے سوال کرنے کی نوبت آئی۔جبکہ اور علماء بھی اس زمانہ میں موجود تھے،ان سے کسی کو وضاحت کرانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی،کیونکہ ان سب کے فتوے واضح تھے۔لازمی بات ہے کہ اس معاملے میں فاتح قادیان کا مسلک گول مول ہوگا۔

نیز یہاں پر غور سے دیکھا جائے کہ یہ ایک روایت ہے کوئی تحریر نہیں وہ بھی اس شخص کی جو کہ خود ان حالات سے بے خبر ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا ہے یا نہیں۔یہ بات جو کہ مولانا عبدالغنی خانپوری نے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے پوچھی اور اس کا جو جواب مولانا امرتسری نے دیا ہے وہ صرف خبر واحد ہے،کسی جلسہ عام کی بات نہیں اور نہ کوئی تحریری فتویٰ ہے بلکہ یہ ایک علیحدہ ملاقات میں بات کہی گئی ہے۔

دوسرے یہ کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ ایک غیر مقلدانہ اور ذو معنیٰ جواب دیا ہے۔یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا لفظ طلاق کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔تو کیا اس جملے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک تو بیک وقت دی گئی تین طلاقوں پر بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ڈیانوی غیر مقلدین کی تاریخی تحریف

اس سے پہلے کہ ہم مزید آگے کچھ لکھیں۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوائے کفر کے معاملے میں ڈیانوی خاندان کے غیر مقلد نمائندوں نے جو تحریف کی ہے اس کو سامنے رکھا جائے۔

غیر مقلدین کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی تاریخی حوالہ ان کے سامنے آتا ہے جو ان کے خلاف پایا جاتا ہو تو وہ ان میں تحریف کرنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کی آنکھوں

میں دھول جھونکتے ہیں۔مگر یہ کوشش رائیگاں جاتی ہے۔جیسا کہ ’’دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور‘‘ نے مولانا بٹالوی کے فتوے کی جدید اشاعت کے وقت علمائے لدھیانہ کے فتوے کو نکال دیا، بالکل اسی طرح ڈیانوی غیر مقلّدین نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر کو ثابت کرنے کے لیے سیرت ثنائی کی عبارت میں تحریف اوراضافہ کردیا۔

ایک صاحب نے مجھے ڈیانوی غیر مقلّدین کی طرف سے لکھی گئی ایک کتاب ’’احناف کی تاریخی غلطیاں‘‘ کا صفحہ ۱۳۵ بھی ای میل میں بھیجا ہے۔جس میں سیرت ثنائی سے اسی واقعہ کوذکر کرتے ہوئے مولانا ثناءاللہ امرتسری کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے۔

’’میں مرزا صاحب کو کافر کہنا کفر کی توہین سمجھتا ہوں۔وہ کافروں سے ہزار درجہ بدتر ہے۔‘‘(احناف کی تاریخی غلطیاں ص ۱۳۵)

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ڈیانوی غیر مقلّدین کی کتاب ’’احناف کی تاریخی غلطیاں‘‘ کا نام اصل میں غیر مقلّدین کی تاریخی تحریفات ہونا چاہئے تھا۔تحریف اوراضافہ کیسے کیا گیا اس کے متعلق آپ پہلے سیرت ثنائی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

بھئی میں تو مرزا قادیانی کو کافر کہنا لفظ کفر کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔(سیرت ثنائی صفحہ ۱۷۰)

سیرت ثنائی میں صرف یہی عبارت درج ہے۔اس سے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔مگر ڈیانوی غیر مقلّدین نے اپنی طرف سے مولانا ثناءاللہ امرتسری کے وکیل بنتے ہوئے پہلے تو عبارت کے الفاظ میں تحریف کی اور پھر اس میں مزید اضافہ کردیا۔

یہاں پر اگرچہ ڈیانوی غیر مقلّدین نے مولانا ثناءاللہ امرتسری کی عبارت میں اس جملہ ’’وہ کافروں سے ہزار درجہ بدتر ہے‘‘ کا اضافہ کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے مگر اس کے باوجود ان کا مدعا پورا نہیں ہوا کیونکہ یہ فقرہ بھی ذومعنی ہے۔صرف یہ کہہ دینے سے کہ وہ کافروں سے ہزار درجہ بدتر ہے کفر کا فتویٰ صادر نہیں ہو جاتا۔اس لیے کہ کئی دفعہ لوگ دوسروں کو کافروں سے بدتر کہہ دیتے ہیں مگر اس سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔مفتی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ اپنی تحریر میں کفریہ عقائد کو بیان کر کے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے۔اگر مولانا ثناءاللہ امرتسری کی ایسی کوئی تحریر پیش کی جائے تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس غیر مقلّدانہ اور ذو معنی جواب کی (ان معنوں میں کہ وہ قادیانیوں کو اسلامی فرقوں میں شمار کرتے تھے اور ان کو کافر نہیں سمجھتے تھے) تصدیق ان کی اپنی تحریرات اور عملی کردار سے ہو جاتی ہے کیونکہ انسان کے ذو معنٰی اقوال کی تصدیق اسکی عملی زندگی اور تحریروں سے ہی واضح ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کچھ مزید تحریریں پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ مولانا ثناء اللہ کے اس ذو معنٰی اور غیر مقلدانہ جواب کی حقیقت کیا ہے۔

مولانا بٹالوی کا مولانا ثناء اللہ امرتسری پر محاکمہ

مولانا محمد حسین بٹالوی طبقہ غیر مقلّدین کے سرخیل ہیں۔ انہوں نے ہی اپنی کاوشوں کے ذریعے اپنے طبقہ کو لفظ اہل حدیث کے نام سے رجسٹرڈ کروا کے شہرت بخشی۔ اسی لیے وہ اپنے آپ کو اہل حدیث طبقے کا وکیل کہتے ہیں۔ اور بقول مولانا محمد حسین بٹالوی کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ان کے روحانی فرزند بھی ہیں۔ لہذا ان کا کہا ہوا زیادہ محقق ہوگا۔ اس سے پہلے کہ ہم آگے چلیں مناسب سمجھتے ہیں کہ مولانا بٹالوی کے وہ فرمودات جو کہ انہوں نے فاتح قادیا کے متعلق لکھے یا کہے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک وہ وقت بھی آیا جب ان دونوں حضرات میں اختلاف ہوا۔ جس میں بڑا دخل مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر کو ہے۔ کیونکہ اس تفسیر ثنائی میں اس قسم کے عقائد کو ترویج دی گئی تھی جو کہ مسلمانوں کے نہیں تھے۔ اس پر ان حضرات میں کافی بحث و مباحثے ہوئے۔ چنانچہ مولانا بٹالوی کا اشاعۃ السنہ رسالہ کی جلد ۲۰ سے لے کر جلد ۲۳ تک ان ہی مباحثوں سے مزین ہے۔ ان مباحثوں میں مولانا بٹالوی نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ اشاعۃ السنہ کی تفصیل میں جانے سے پہلے اربعین نامی ایک کتاب سے مولانا بٹالوی کا فیصلہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ توافق سنت صریحہ و آثار سلفیہ صحیحہ جو تفسیر کے لیے ایک لازمی امر ہے۔ اس میں یکسر مفقود ہے۔ اور برعکس اس کے توافق مذاہب باطلہ معتزلہ، نیچریہ، مرزائیہ، چکڑالویہ اس میں جا بجا موجود ہے۔ (اربعین ص ۴۲)

(۲)۔ تفسیر امرتسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے۔ تفسیر چکڑالوی کا خطاب دیا جائے تو

رواہے۔اس کوتفسیر نیچری کہنا تو کمال زیبا ہے۔اورحق بحق دار رسید کا مصداق اس کا مصنف اس کی تفسیر سراپاالحادوتحریف میں پورامرزائی ،پوراچکڑالوی ،اور چھٹاہوانیچری ہے(اربعین ص۴۳)

(۳)۔یہ اس تفسیر اوراس کے مؤلف کی نسبت خاکسار کی مجمل رائے ہے۔اس کی تفسیر بادلیل عنقریب رسالہ اشاعۃ السنہ میں (جس نے پیر نیچر کواپنے مقابلے میں ساکت کیا۔مرزا سے اس کی نبوت اور انذاری پیش گوئیوں کوچھین لیا۔چکڑالوی کے الحادات کی قلعی کھول کراس کولاجواب کیا۔یہ بیچارا تو کیا شمار وقطار میں ہے۔)شائع مشتہر ہوگی۔انشاء اللہ(حررہ ابوسعید محمد حسین ۲۴محرم ۱۳۲۲ھ ایضاص۴۴)

یہ تو تھا مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر کے متعلق سرخیل اہلحدیث مولانا محمد حسین بٹالوی کا فیصلہ۔آگے چلیے!

مولانا بٹالوی ایک اورجگہ فرماتے ہیں:

(۴)۔’’جلسہ سالانہ مدرسہ احمدیہ آرہ کا موقعہ پیش آگیا اوراس جلسے کا نوید (نوٹس) خاکسار کے نام حسب معمول پہنچا۔خاکسار نے اس نوید کا یہ جواب دیا کہ اگراس موقع پر ثناء اللہ امرتسری کے اہلحدیث ہونے یا نہ ہونے پرآپ لوگ مجھ سے بحث کریں اپناخیال (کہ وہ اہلحدیث ہے)مجھے سمجھاویں۔یا میراخیال (کہ وہ چھپا معتزلی ،مرزائی ،چکڑالوی ،اور چھٹا ہوا نیچری ہے)مجھ سے سمجھ لیں تومیں جلسہ میں شریک ہوں گا۔ورنہ اس خیال سے کہ یہ جلسہ اہلحدیث کا جلسہ نہیں ہے۔کیونکہ وہ غیراہلحدیث کواہلحدیث بنارہے ہیں میں نہ آؤں گا۔اس پر مہتمم جلسہ اس مضمون کا تار خاکسار کے نام پہنچا کہ آپ کی درخواست منظور ہے۔تو خاکسار جلسہ میں شامل ہوا۔

(اشاعۃ السنہ جلد۲۱ص۲۵۵،۲۵۶)

آگے چلیے!

(۵)۔یہ بات بھی آپ لوگوں کے غوروفکر کے قابل ہے کہ تفسیر قرآن کے باب میں جو آپ کے مؤکل،مفسر (ثناء اللہ امرتسری) کا عمل دستورالعمل ہے یہی بعینہ سرسید ومرزا غلام احمد اور چکڑالوی کا دستورالعمل ہے۔وہ لوگ بھی بجز دولغت تفسیر قرآن کرتے ہیں۔اورجس قول کومعتزلہ کا ہو خواہ کسی اورکا اپنے خیال کے موافق پاتے ہیں اس سے استشہاد کرتے ہیں۔(تفسیر نیچری تہذیب

الاخلاق ازالہ اوہام قادیانی تفسیر چکڑالوی ملاحظہ ہوں)(اشاعۃ السنہ نمبر۱۰جلد۲۱ص۲۹۶)

آگے چلیے:

(۶)۔ مفسر جدید (ثناء اللہ امرتسری) نے محدثات معتزلہ وغیرہ مبتدعین کا لائق قبول اعتبار ہونا بزعم خود ثابت کیا ہے۔ اس کا صفحہ ۵ آیات متشابہات میں حدیث **لا تقضی عجائبہ** کو پیش کر کے یہ کہنا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہوسکتی۔ ہر ایک زمانہ کے لوگ اس کے عجائبات کو حسب استعداد علمی سمجھتے رہیں گے اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو مرزا غلام احمد نے اور اس سے پہلے سرسید نے کہہ رکھی ہے اور اسی پر ان کی تفسیر مخالف سلف کی بناء ہے۔ مرزا نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں کہا ہے۔ کھلا کھلا اعجاز قرآن وغیرہ محدود و معارف وحقائق وعلوم حکمیہ ہیں۔ جو ہر زمانے میں اس زمانے کی حاجت کے موافق کھلتی جاتی ہے۔ اور اگر وہ حقائق دقائق ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہ ٹھہر سکتا اس بیان کی صفحہ ۳۲۳ تک تفصیل کر کے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سلف صالح کے برخلاف معنی کرنے سے انسان ملحد نہیں ہوتا۔ اور یہی مفسر جدید کا ادّعاء ومدّعاء ہے۔ پھر ازالہ کے ص ۶۷۸ میں کہا ہے کہ جب کہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہ کھلی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن مجید کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر نہیں کھلے۔

اسی اصول پر سرسید کی تفسیر وتہذیب الاخلاق کی نئی باتوں کی بناء ہے اور جا بجا اس پر تصریح ہے۔ ان عبارات ازالہ اوہام سے منصفین فیصلہ آرہ اور عامہ ناظرین پر یہ بات تو ظاہر و واضح ہوگئی ہوگی کہ جو بات مفسر جدید نے کہی ہے یہ بعینہ مرزا کی تجویز ہے............ان عجائبات کو کسی فاضل یا مجدّد یا ملہم ومحدّث وقت کا بیان کرنا در پردہ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار کرنا اور ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن جانا ہے۔ جس پر حامیان اسلام کی طرف سے اسی صلہ اور اعزازی تمغہ وخطاب۔ (اعتزال و نیچریت والحاد وغیرہ) کی توقع رکھنا مناسب ہے۔ جو سرسید اور ان کے شاگرد ناشکر مرزا غلام احمد اور ان کے پیرو مفسر جدید (ثناء اللہ امرتسری) کو مل چکا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر۱۰جلد۲۱ص۳۰۱)

آگے چلیے!

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

(۷)۔'' اے حضرات تمام نمبروں میں (جن میں سے ایک بھی مستثنیٰ نہیں ہے) بلکہ تمام تفسیر میں جہاں مفسر نے نیا اجتہاد کیا ہے کہیں تو صریح سنت کا خلاف کیا ہے اور کہیں اس اصول معتزلہ ،نیچریہ ،مرزائیہ پر کہ،تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا مراجعت سنت بلکہ باوجود مخالف سنت وآثار سلف جائز ہے کا عمل کیا ہے اور اس اصول کے عمل پر اس کا ایسا یقین وایمان والتزام ہے جیسا کہ مسلمانوں کو کلمہ شہادت پر۔(اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ص ۳۰۵)

مولانا محمد حسین بٹالوی چیخ چیخ کر تمام لوگوں کو مطلع کر رہے ہیں کہ ثناء اللہ کا عقیدہ کیا ہے۔

(۸)۔''یہ لو ثنائیو ،ثنائی پارٹی کے ممبرو ،ثناء اللہ کے حامیو،اس کے رسالہ ردّ اتباع سلف کے مصدّقو، فیصلہ آرہ کے منصفو ،اب تو اس کا بھانڈا میدان میں پھوڑا گیا ،اب بھی شک کروگے اور کہوگے کہ ثناء اللہ بعض احادیث نبوی کے مفسر قرآن ہونے کا منکر نہیں ہے اور اس کا وہ زبانی اقرار دلی اعتقاد کے مخالف نہیں ہے۔(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۲۲ص ۳۵۴)

آگے چلیے:

جب غیر مقلّدین کے ان دونوں اکابر (مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری)میں مباحثہ شروع ہوا تو مولانا بٹالوی نے اس کا عنوان باپ اور بیٹے کا مباحثہ رکھا۔جس کی ابتداء بٹالوی صاحب نے ان الفاظ سے کی۔

(۹)۔''ہمارا روحانی فرزند نام کا مولوی فاضل ثناء اللہ امرتسری عرصہ بارہ سال سے جب سے کہ وہ مذہب اہلحدیث چھوڑ کر مکسڈ (مرکب)مذہب معتزلی،نیچری،مرزائی،چکڑالوی اختیار کر چکا ہے اور اپنے روحانی باپ (خاکسار)سے مباحثہ کا مدعی بنا رہتا ہے۔''(اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۲۳ص ۱۹۳)

آگے چلیے!

مولانا ثناء اللہ امرتسری قادیانیوں کو کافر کیوں نہیں کہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظریات میں مرزا قادیانی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری ایک ہیں۔اسی کی طرف مولانا بٹالوی اشارہ فرما رہے ہیں۔

(۱۰)۔'' یعنی ثناء اللہ کو میرے ہم مذہب مرزائیاں ٹھہرانے کو اس کا کذب کہنا سو اس کا کذب ہونا رسالہ آیات متشابہات میں اس کے اس اصول مذہب مرزا کو اختیار کرنے سے کہ حقیقت

شرعیہ احکام میں لغت سے مقدم ہوتی ہے۔ اخبار میں نہیں ہوتی۔ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۱۲ میں اس نے کہا ہے ۔حقیقت شرعیہ ہمیشہ لغت سے مقدم ہے۔ مگر واضح رہے کہ یہ تخصیص یا حقیقت احکام میں ہوتی ہے۔ اخبار میں نہیں۔ جو شریعت میں بطور حکایت گزشتہ یا بطریق پیش گوئی آئندہ الفاظ یا عبارت آوے ان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ بعینہٖ مرزا قادیانی کا اصول مذہب ہے۔ جو ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۹۶ میں بیان ہوا ہے۔ اور مرزا کے سوا کسی سنی مسلمان، حنفی، شافعی، مفسر، محدّث، فقیہ، اصولی کے کلام میں اس کا نام ونشان نہیں۔ جو شخص کسی سنی مسلمان عالم کے کلام سے اس کی نشان دہی کرے وہ جو چاہے ہماری حیثیت کی مطابق ہم سے انعام پالے اور اگر کوئی اس کا پتہ بجز کلام مرزا کہیں نہ پاوے تو انصاف وایمان سے مان لے کہ جو اس اصول کے مطابق اعتقاد رکھے وہ مرزا کا ہم مذہب ہے۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۲۳ ص ۲۷۹)

یہاں پر مولانا بٹالوی نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مرزا قادیانی اصول شرعیہ میں ایک ہی اعتقاد رکھتے تھے۔ اسی لیے مولانا ثناء اللہ نے مرزا قادیانی اور اس کی ذرّیت کو کافر نہیں کہا بلکہ ان کو مسلم فرقوں میں شمار کرتے تھے۔

آگے چلیے!

مولانا بٹالوی مزید لکھتے ہیں:

(۱۱)۔ مرزا قادیانی عینہ یستحقہ اپنا من گھڑت الہام انی مھین من اراد اھانتک کی مثال میں کہہ چکا ہے کہ تمہاری اہانت ہوئی ہے کہ تم کو سرکار سے زمین مل گئی ہے۔ ثناء اللہ بھی شاید بتقلید اپنے امام قادیانی کے جو قصص واخبار میں حقیقت شرعیہ کے لغت پر مقدم نہ رکھنے میں اس کا شاگرد و پیرو ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲۳ ص ۳۲۲)

روحانی باپ کے روحانی بیٹے کے متعلق ریمارکس

بلاتبصرہ:

ثناء اللہ کو چاہیئے کہ کہ ندامت میں ڈوب کر یا کچھ کھا پی کر خودکشی کرلے۔

(اشاعۃ السنۃ۔ ج ۲۳۔ ص ۲۰۸)

اہانت اور ہنسی اپنے روحانی باپ سے کرنا کسی شریف النّسب اور نجیب الطرفین آدمی کا کام نہیں۔

(ایضاً۔ج ۲۳۔ص ۳۰۰)

وہ (ثناءاللہ) خاکسار کے حق میں دشنام دہی اور سخت کلامی بھی کرنے لگ گیا ہے۔ اور لفظ گدھا و رقاص وغیرہ استعمال میں لایا ہے۔

(ایضاً۔ج ۲۳۔ص ۳۶۸)

مولانا محمد حسین بٹالوی کا محاکمہ آپ نے پڑھا۔ اس سے آگے اور کیا لکھیں۔ غیر مقلّد روحانی باپ اور بیٹے کا جھگڑا طویل سے طویل تر ہے۔ سمجھدار کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

قادیانیوں سے نقطۂ محمدیت پر اتحاد کے داعی

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی ایک تحریر کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو کہ انہوں نے ۱۹۱۵ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں کی تھی۔ یہ تقریر مولانا امرتسری نے اپنے رسالہ اہل حدیث میں لکھی ہے۔ پڑھیئے غور کیجئے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں میری تقریر۔

۳/اپریل کو جو لاہور کے جلسہ میں میری تقریر ہوئی اس کا عنوان تھا (ہمارا تمدن) اس تقریر کو لاہور کے اخباروں نے اپنے اپنے مذاق اور فہم کے مطابق مختلف الفاظ میں شائع کیا۔ بعض نے کچھ بعض نے کچھ۔ اس لیے ضروری ہوا کہ میں اپنی تقریر کو مختصر لفظوں میں خود شائع کر دوں۔

میں نے شروع میں آیت کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ پڑھی۔ اس آیت کی تفسیر میں میں نے کہا کہ محمد رّسول اللہ کے ساتھ ہونے کی معنے یہ ہیں کہ ان کی رسالت کا قائل ہو اس کی ادنیٰ پہچان یہ ہے کہ آج اگر ہم سن پاویں کہ حضرت رسول خدا ﷺ مدینہ منورہ میں قبر شریف سے نکل کر خود جماعت کراتے ہیں تو کون کلمہ گو ہے جس کا دل نہ تڑپے گا کہ میں اڑ کر مدینہ منورہ میں پہنچوں جس دل میں یہ شوق پیدا ہو پس وہ اس آیت کے مطابق وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ میں داخل ہے۔ یہ بھی کہا یہ سچ ہے کہ ان ساتھ والوں میں کوئی اعلیٰ درجے کا متقی ہے کوئی

میرے جیسا ہیچ کاربھی ہے۔مگر اس وصف معہ میں سب شریک ہیں۔اس کی تفسیر کے بعد میں نے کہا کہ یہی لوگ جو وَالَّذِینَ مَعَهٗ ہیں ان کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آپس میں رحماء (سلوک مروت کرتے) ہیں۔

اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہومگر آخر کار نقطۂ محمدیت پر جو درجہ ہے وَالَّذِینَ مَعَهٗ کا،سب شریک ہیں اس لیے گوان میں باہمی سخت شقاق ہے مگر اس نقطۂ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی رُحَمَاءُ ہونا چاہئے۔مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں۔مگر نقطۂ محمدیت کی وجہ سے میں ان کو بھی اس میں شامل جانتا ہوں۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۶،اپریل ۱۹۱۵ء مطابق ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ ص ۳)

خط کشیدہ الفاظ میں غور کیجئے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ببانگ دہل قادیانیوں کو بھی نقطۂ محمدیت میں شمار کیا ہے۔

یعنی علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے ۳۱ سال بعد۔

نقطۂ محمدیت سے مراد کیا ہے۔

یہاں پر تمام غیر مقلدین سے میرا سوال ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نقطۂ محمدیت سے مراد کیا ہے۔کون سے نقطۂ محمدیت پر وہ قادیانیوں سے اتحاد کرنے میں کوشاں ہیں۔کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی خود لکھتا ہے کہ میں ہی محمد ہوں۔

جیسا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ محمد سے مراد (نعوذ باللہ) میں خود ہوں۔ملاحظہ ہو۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴ ،روحانی خزائن ص ۲۰۷ جلد ۱۸ مطبوعہ ربوہ)

کیا یہ بات قابل تعجب نہیں ہے کہ فاتح قادیان نے اپنی اس تقریر میں 'نقطۂ محمدیت' پر اتحاد کے معاملہ میں وہی آیت تلاوت فرمائی ہے جس کو مرزا قادیانی نے (نعوذ باللہ) اپنے محمد ہونے پر دلیل بنایا ہے۔مقام غور ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ کہتا ہے کہ میں محمد ہوں اور میں ہی احمد ہوں۔جیسا کہ مرزا قادیانی نے دُرِّ

ثمین کے صفحہ ۲۴۸ پر فارسی میں یہ شعر کہا ہے۔

منم مسیحِ زماں و منم کلیمِ خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(نعوذ باللہ)

اسی طرح مرزا قادیانی کا ایک ماننے والا لکھتا ہے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(نعوذ باللہ)

لازمی بات ہے کہ قادیانی محمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہی کو سمجھتے ہیں جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ان سے نقطۂ محمدیت پر اتحاد کرنے کے دعوے دار ہیں۔ ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ محمد سے مراد محمد ﷺ ہیں یا مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس سوال کا جواب پوری غیر مقلّدین کی جماعت پر قرض ہے۔ اور ہم اس قرض کی ادائیگی کے انتظار میں ہیں۔

مرزائیوں کی امامت میں نماز کے جواز کا فتوی

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلّدین کی طرف سے مستند مفتی بھی تھے۔ ان کے فتاویٰ کو غیر مقلّدین میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنے اخبار اہلحدیث میں لوگوں کے استفتاء کا جواب بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک سوال یہ بھی آیا۔

سوال: سنی المذہب کو نماز فرض میں اہل شیعہ و مرزائیوں کی اقتداء جائز ہے یا نہیں۔

جواب: بموجب حدیث اَجْعَلُوْا لِاَئِمَّتِکُمْ خِیَارُکُمْ ایسے لوگوں کو امام بنانا جائز نہیں۔ اگر کہیں جماعت ہو رہی ہو تو بحکم وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ مل جانا جائز ہے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر یکم جنوری ۱۹۱۵ء مطابق ۱۴ صفر

المظفر ۱۳۳۳ھ ص۱۲)

یہاں پر غور فرمائیں کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے کس حیلہ کے ساتھ قادیانیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دے دیا۔ یہ فتوی ۱۹۱۵ء کا ہے۔ جبکہ مرزا قادیانی کو مرے ہوئے تقریبا آٹھ سال گزر چکے تھے۔

آگے چلیے!

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں ایک اور جگہ قادیانیوں کی امامت کو جائز قرار دیا ہے۔

۱۹۱۵ء میں خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں آپس میں اختلافات کو مٹانے کی بات کی تھی اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی ایک تحریر لکھی جس میں یہ ارشاد ہے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

ان معنے سے کوئی صاحب مجھ کو بھی کسی فرقہ میں شمار کرلیں تو ان کا اختیار ہے۔ ورنہ میں تو اپنے آپ کو اصل اسلام کا پابند جانتا ہوں اور اس درجہ تجرّد پر سمجھتا ہوں جہاں پر فرقوں کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

خواجہ صاحب! میں تو فرقہ بندی کا ایسا مخالف ہوں کہ دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ بلکہ معاف فرمایئے آپ بھی نہ ہوں گے۔ ثبوت یہ ہے کہ میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲، اپریل ۱۹۱۵ء مطابق ۱۶ جمادی الاوّل ۱۳۳۳ھ ص۶)

یہاں پر خط کشیدہ الفاظ میں غور فرمائیں کہ فاتح قادیان نے بالکل ہی ایمان اور حیاء کی چادر کو اتار کر پھینک دیا ہے اور صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے اقتداء جائز ہے۔ نیز فاتح قادیان نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ ''مجھے کسی بھی فرقہ میں شمار کرلیں'' اسکا مطلب ہے کہ انہیں اگر مرزائی

فرقہ میں شمار کرلیا جائے تو کسی غیر مقلد کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ایک اور فتویٰ۔ مولوی عبدالعزیز غیر مقلد فرماتے ہیں کہ:

''مولانا ثناء اللہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے'' (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

نیز مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی (غیر مقلد) کو بھی شکایت ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

''مولوی ثناء اللہ صاحب نے قادیانی کی اقتداء کو جائز کہہ دیا ہے۔'' (فیصلہ مکہ ص ۷ حاشیہ)

مولانا عبدالعزیز (غیر مقلد) فرماتے ہیں کہ۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

مرزائی مرتد عن الاسلام نہیں

یہ فیصلہ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ہے:

۱۹۲۴ء میں افغانستان کابل میں دو قادیانیوں کو اسلام سے مرتد ہو کر مرزائیت میں داخل ہونے کی وجہ سے سنگسار کر دیا گیا تھا۔ اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں یہ مضمون لکھا۔ مضمون کا عنوان تھا کابل میں سنگساری۔

آج کل اخباروں میں اس خبر کی بازگشت بڑے زور سے ہو رہی ہے کہ افغانستان میں بحکم عدالت شرعیہ ایک شخص نعمت اللہ خاں کو بجرم احمدیت کیوں سنگسار کیا گیا۔

ہماری ذاتی رائے اس واقعے کی نسبت جو ہے وہ گزشتہ پرچہ میں ظاہر کر چکے ہیں۔ آج بتصدیق صحت خبر ہم اپنا عندیہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ نعمت اللہ مذکور کی سنگساری احکام شرعیہ کے موافق ہوئی یا مخالف۔

ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ صورت موجودہ میں سنگسار کرنے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ کتب فقہ حنفیہ میں نہ شافعیہ وغیرہ میں۔ اگر اس کا نام سیاسی حکم رکھا جائے تو ہمیں اس پر بحث نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل پہلے ملاحظہ ہو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ آمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا ۔

(پارہ ۵ رکوع ۱۷)

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو دو دفعہ ایمان لائے اور دو دفعہ کافر ہوئے۔ یا بالفاظ دیگر مرتد ہوئے۔ مگر ان مرتدین کی سزا سنگساری مذکور نہیں۔ ایک حدیث اس مضمون کی آئی ہے۔

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ (جو کوئی دین بدلے اس کو قتل کر دو)

اس کی صحیح تشریح جو فہم ناقص میں ہے وہ تو آگے عرض کریں گے۔ سر دست بطور تسلیم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی مرتد کی سزا سنگسار (پتھراؤ) ثابت نہیں ہوتی۔ مرزائی ہونا سخت گمراہ ہونا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا کا مصدق ہونا گویا خدا اور رسول کا مکذب بننا ہے۔ مگر یہاں تنقیح یہ ہے کہ مرتد عن اسلام ہونے سے شرعی اصلاح میں کیا مراد ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مرتد عن الاسلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھ کر چھوڑ دے۔ ان معنے سے مرزائی جو کچھ بھی ہیں بفتوائے شریعت مکفّر ہیں۔ مگر باقرار خود کافر یا باصطلاح شرح اسلام مرتد نہیں۔ کیونکہ وہ باقرار خود مصدق اسلام ہیں۔ اس لیے بھی مرتد کی سزا اگر ثابت بھی ہو جائے کہ سنگسار ہے تو بھی مرزائی کی سزا یہ نہیں ہوسکتی ......نتیجہ! یہ ہے کہ افغانستان میں جو کسی مرزائی کو محض مرزائی ہونے کی وجہ سے (اگر یہ صحیح ہے) سنگسار کیا گیا ہے قرآن، حدیث اور کتب فقہ میں اس کا ثبوت نہیں۔ اس لیے یہ سزا نہ حد ہے نہ تعزیر ہے ہاں اگر کچھ ہوسکتا ہے تو باصطلاح افاغنہ سیاسی حکم ہے دگر ہیچ۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۳، اکتوبر ۱۹۲۴ء مطابق ۳ ربیع الاوّل ۱۳۴۳ھ ص ۳،۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی اس تحریر میں دو فقرے لکھے ہیں:

(۱) کچھ شک نہیں کہ مرتد عن الاسلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھ کر چھوڑ دے۔ ان معنی سے مرزائی جو کچھ بھی ہیں بفتوائے شریعت مکفّر ہیں۔

(۲) مگر باقرار خود کافر یا باصطلاح شرح اسلام مرتد نہیں۔ کیونکہ وہ باقرار خود مصدّق اسلام ہیں۔

ان دو فقروں سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے تحقیق کی مطابق قادیانی آل

راؤنڈر (ہرفن مولا) ہیں۔ کافر ہیں بھی اور نہیں بھی۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ وہ مرتد نہیں۔ ماشاء اللہ کیا غیر مقلّدانہ، ذومعنیین تحقیق ہے۔ عجیب بات ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بقول قادیانی اسلام کو جھوٹا مذہب بھی سمجھتے ہیں اور مصدّقِ اسلام بھی ہیں۔ اسی لیے مرزائیوں کو جو سزا دی گئی وہ فاتح قادیان کے نزدیک خلافِ اسلام ہے۔

فاتح قادیان کی اسی قسم کی تحریروں کو بعض غیر مقلّدین کفر کے فتوے کے زمرے میں بھی شمار کرتے ہیں۔ مجھے ایک غیر مقلّد دوست نے کہا کہ مولانا امرتسری یہاں پر مرزائیوں کو کافر کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری یہاں پر مرزائیوں کے کفر کا اقرار نہیں بلکہ انکے ارتداد کا انکار کر کے ان کو اتداد کی سزا سے بچانا چاہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب بھی قادیانیوں پر اس قسم کی کوئی افتاد پڑتی ہے تو فاتح قادیان اس قسم کی گول مول تشریحات لیکر میدان میں کود پڑتے ہیں۔ اتداد کی جو تشریح فاتح قادیان نے کی ہے اس لحاظ سے ختم نبوت کا منکر مرتد نہیں ہے۔ جبکہ منکرینِ ختم نبوت واضح طور پر نصِ قطعی کا انکار کرنے والے ہیں۔

ارشادِ باری اور زبانِ نبوت کو واضح طور پر جھٹلایا جا رہا ہے اور پھر بھی کہا جا رہا ہے کہ قادیانی مرتد نہیں۔ فاتح قادیان کا یہ کہنا ایسے ہی ہے جیسے کہ مثال ہے کہ مرا ہوا نہیں اکڑا ہوا ہے۔ اس وقت تمام مرزائی وہ تھے جو کہ پہلے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کر کے مرزائیت میں داخل ہو گئے۔ کیا یہ اتداد نہیں ہے۔ چونکہ ان دنوں میں ارتداد کی سزا پر بحث چل رہی تھی اور افغانستان میں اس پر عمل درآمد ہو چکا تھا۔ اس لیے فاتح قادیان نے قادیانیوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے کی وجہ سے (جس کی مثالیں عدالتوں میں وہ دے چکے تھے) قادیانیوں کو اتداد کی سزا سے بچانے کے لیے سنگساری کو بہانہ بنا کر گول مول تشریح کر دی تاکہ ہر شخص اپنی مرضی سے جو چاہے اس کا مطلب نکال لے۔ چنانچہ غیر مقلّدین نے اس سے یہ مطلب نکال لیا کہ فاتح قادیان نے اپنی اس تحریر میں قادیانیوں کو کافر کہا ہے۔

ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اس تحریر سے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے متعلق غیر مقلّدین کا یہ مدعاء ثابت ہوتا ہے اور کیا مولانا امرتسری کی طرف سے یہ ذومعنی تحریر کفر کا فتویٰ ہے؟۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مولانا کا طرزِ عمل اس معاملے میں کیا ہے؟

ثنائی پاکٹ بک سے انکشاف

(۳) مولانا ثناء اللہ امرتسری نے دہریہ، عیسائی، ہندو، آریہ، رادھا سوامی، سکھ، منکرین نبوت، منکرین نبوت محمدیہ، فرقہ بہائیہ، شیعہ، مرزائیہ، اہل قرآن، نیچریہ، اہلحدیث ان تمام فرقوں کے ذکر کے نام پر ''ثنائی پاکٹ بک'' کے نام سے جو کتاب لکھی اور ۱۹۳۴ء میں شائع کی۔ اس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ''فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ'' کے عنوان سے مرزائیوں کو اسلامی فرقہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ

فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ...... یہ فرقہ اسلامی فرقوں میں سب سے اخیری ہے مگر حرکت کی وجہ سے آج کل مشہور بہت ہے۔ اس فرقے کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیان پنجاب میں ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ (ثنائی پاکٹ بک ص ۵۵ مرتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری)

معلوم ہوا کہ غیر مقلّدین کے فاتح قادیان نے اپنے سینے پر دل کے قریب لگی ہوئی پاکٹ میں ایک بُک چھپائی ہوئی تھی، جس میں قادیانیوں سے مناظروں، مباحثوں اور مباہلوں کے باوجود ان کے متعلق ان کا اپنا اصل موقف ''فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ...... یہ فرقہ اسلامی فرقوں میں سب سے اخیری ہے'' درج تھا۔ چنانچہ بعد میں انہوں نے اس کو ''ثنائی پاکٹ بک'' کے نام سے ظاہر کر دیا۔

فاتح قادیان نے اپنے موقف پر مبنی ''ثنائی پاکٹ بک'' اس وقت شائع کی جب کہ پورے ہندوستان میں قادیانیوں کے کفر پر مسلمانوں کا تقریباً اجماع ہو چکا تھا۔ یہ ۱۹۳۴ء کا زمانہ تھا۔ اس سے پہلے ۱۹۳۱ء میں کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے حقوق کے لئے ''تحریک کشمیر'' کے نام پر بانیٔ احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی قیادت میں پورے ہندوستان میں ایک تحریک چلائی گئی تھی۔ جس میں پچاس ہزار کے قریب مسلمان گرفتار ہوئے تھے۔ یہ ایک ایسا تاریخی ریکارڈ ہے کہ اتنی تعداد میں ہندوستان کی کسی بھی تحریک میں لوگ گرفتار نہیں ہوئے۔ اور یہی تحریک اصل میں قادیانیوں کے دجل کا پردہ چاک کرنے کا سبب بنی۔ اس تحریک میں محدث اثر حضرت مولانا علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی سرپرستی حاصل تھی۔ اور تمام مکاتب فکر

کے جید علماء کرام، جن میں مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، مکتب فکر اہل حدیث سے حضرت مولانا محمد داوود غزنویؒ، شیعہ مکتب فکر سے مولانا مظہر علی اظہر، شامل تھے۔ اور اسی تحریک سے متأثر ہو کر ڈاکٹر، علامہ اقبال مرحوم جیسی ماڈریٹ شخصیت نے بھی قادیانیوں کے خلاف مضبوط موقف اپنایا، اور حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ ''قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ جماعت تسلیم کیا جائے''۔ اور اپنی تحریروں میں علامہ اقبال مرحوم نے باقاعدہ قادیانیوں کے کافر ہونے کی وضاحت کی۔ (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اس وقت تمام مسلمان قوم قادیانیوں کے کفر پر متحد ہو چکی تھی، مگر فاتح قادیان مرزائیوں کو مسلمانوں کا ''اخیری فرقہ'' شمار کرنے میں مستعد تھے۔ نیز انہی دنوں بہاولپور میں مشہور مقدمہ کا فیصلہ ہونے کو جا رہا تھا، جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیدیا گیا تھا۔

اخیری فرقہ سے پہلا فرقہ

میں نے اپنے ایک بزرگ (جو کہ برطانیہ کے شہر گلاسگو میں رہتے ہیں) کو جب مولانا ثناء اللہ امرتسری کی عبارت جس میں مرزائیوں کو اسلامی فرقوں میں سب سے اخیری فرقہ لکھا گیا ہے تو اس بزرگ نے فی البدیہ کہا کہ ''اس اخیری فرقہ سے پہلا فرقہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فرقہ اہل حدیث ہے۔ کیونکہ اسی فرقہ سے آگے فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ نکلا ہے۔

آگے چلیے:

مظالم روپڑی میں مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

حافظ عبداللہ اور انکے نامہ نگار کے نزدیک متقی کا دائرہ اتنا تنگ ہے کہ کوئی اور دائرہ اتنا تنگ نہ ہوگا۔ غیر مسلم تو متقی کی تعریف سے بالبداہت خارج ہیں۔ مسلم فرقوں میں سے رافضی، خارجی، معتزلی، جہمی، قادیانی، عرشی، فرشی وغیرہ سب لوگ غیر متقی ہیں۔ (مظالم روپڑی ص ۱۲۷ مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری)

مظالم روپڑی مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۴۰ء میں شائع کی ہے۔ اس وقت تک تو مولانا امرتسری مرزائیوں کو مسلمان فرقوں میں ہی شمار کرتے رہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس تحریر کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیوں کو واقعی کافر قرار دیا ہو۔ اس پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ صرف حسن ظن ہی کر سکتے

ہیں۔

یہاں پر غور فرمائیں کہ یہ تمام تحریرات مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اپنی لکھی ہوئی ہے جن کو غیر مقلدین نے امام غائب کی طرح چھپا رکھا تھا۔ ان تمام تحریرات میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کے اس ذو معنٰی اور غیر مقلدانہ جواب (کہ میں تو مرزا قادیانی کو کافر کہنا لفظ کفر کی بھی توہین سمجھتا ہوں) کی وضاحت ہوگئی کہ وہ قادیانیوں کو ہمیشہ مسلمان فرقوں میں شمار کرتے رہے ان کو باقاعدہ کافر نہیں کہا۔

روحانی باپ بیٹا اور علمائے لدھیانہ و دیوبند

حاصل کلام یہ کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے ماہنامہ رسالہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۲۳ ص ۱۹۳ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اپنا روحانی فرزند کہا ہے۔ یہ دونوں بزرگ مکتب فکر اہل حدیث کے ان ممتاز مفکّرں میں شمار کئے جاتے ہیں جن کو تحریک ختم نبوت کے نہ صرف مجاہد بلکہ بانی مبانی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی تحریک ختم نبوت میں خدمات کے نام پر تاریخ میں شاندار تحریف کی گئی ہے۔

ان دونوں روحانی باپ اور بیٹے کا طرز عمل بھی عجیب تھا کہ مرزائیوں کے ساتھ مناظروں اور مباحثوں میں تو پیش پیش ہوتے تھے۔ مگر جب کبھی معاملہ عدالت تک پہنچ جاتا تو ان دونوں روحانی باپ بیٹوں کو گول مول الہام ہونا شروع ہو جاتے تھے اور پھر مسئلہ کی نوعیت ایسی ہو جاتی تھی کہ عدالت کے جج کو مرزائیوں کے حق میں فیصلہ کرنا پڑتا تھا۔

جیسا کہ ۱۸۹۹ء میں گورداس پور کی عدالت میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے مدمقابل اور غیر مقلّدین کے بقول اوّل مکفرّ ہونے کے باوجود اپنی منشاء اور خوشی سے اس اقرار نامے پر دستخط کر دیئے جس کے مطابق مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کو آئندہ کافر، کاذب اور دجاّل نہیں کہیں گے۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اسی طرح گوجرانوالہ کی عدالت میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہ کہنے کا فتوٰی دے کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو مرزائیت میں داخل ہونے کا چور راستہ دکھا دیا۔

بالکل اسی طرح اپنے روحانی باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روحانی فرزند اور فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری نے امرتسر کی عدالت میں چار گواہوں کی طرف سے مرزائیوں کو کافر قرار دینے

کے باوجود مسلمان تسلیم کرلیا اور پھر اسی نظریے کو دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اخبار اہلحدیث میں شائع بھی کردیا تاکہ سند رہے۔

جب کہ دوسری طرف علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند نے کسی بھی عدالت میں مرزائیوں کو مسلمان نہیں کہا جو بیان ان لوگوں کا عوام الناس میں تھا یا کتابوں میں فتوے کی شکل میں موجود تھا اسی کو عدالت میں بھی جاکر دوہرایا۔

جیسا کہ ایک تنسیخ نکاح کے مقدمہ میں جو کہ ۳۴،۱۹۳۳ء میں بہاول پور کی عدالت میں دائر کیا گیا تھا۔ اس میں علمائے دیوبند کی طرف سے محدث العصر حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ اور علمائے لدھیانہ کی طرف سے راقم کے پردادا حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور راقم کے نانا مولانا محمد انوری رحمتہ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں عدالت میں مرزائیوں کو کافر کہا اور ان کو دلائل کے ساتھ کافر ثابت کیا۔ چنانچہ ان حضرات نے مستقل مزاجی، حق گوئی اور دلائل قاطعہ سے ثابت کیا کہ مرزائی کافر ہیں۔ یہی وجہ ہے جج کے لئے مرزائیوں کو کافر تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور ان حضرات کے دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے مرزائیوں کو کافر قرار دیا اور ان حالات میں بھی مقدمے کو جاری رکھا جبکہ مدعا علیہ دوران مقدمہ مر چکا تھا۔ پھر بھی عدالت کے جج نے اس مقدمے کو مکمل سن کر کے مرزائیوں کے کفر کا فیصلہ دیا۔

میرا خیال ہے کہ تاریخ کے طالبعلموں کو اب بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ غیر مقلّدین کی طرف سے جو مقدمے عدالتوں میں چلے یا ان حضرات نے عدالتوں میں جاکر گواہیاں دیں تو اس پر عدالتوں کے ججوں نے غیر مقلّدین کے اوّل مکفرّ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کی طرف سے دیئے گئے دلائل کی بنیاد پر انہیں کی مرضی کے مطابق مرزائیوں کو مسلمان قرار دے کر معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔

جب کہ علمائے لدھیانہ اور علمائے دیوبند کی طرف سے دائر کردہ مقدمات میں عدالت کے ججوں نے ان حضرات کے دلائل سن کر انہیں کے مطابق مرزائیوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑنے کی بجائے انہیں دنیا ہی میں کافر قرار دے کر دنیا و آخرت میں ان کی شرعی حیثیت متعین کردی۔ یہ پہلو غور طلب ہیں۔

مصافحہ دو ہاتھوں سے سنت ہے

ننگے سر نماز کی عادت بدعت ہے سنت نہیں

مصافحہ دو ہاتھوں سے سنت ہے ایک ہاتھ سے بدعت اور انگریز کا طریقہ ہے

ایک ہاتھ سے مصافحہ کسی حدیث سے ثابت نہیں دو ہاتھ سے مصافحہ کی احادیث پڑھیں اور سنت پر عمل کریں۔

قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه علمنی النبی ﷺ و کفی بین کفیه التشهد کما یعلمنی السورة من القرآن التحیات لله والصلوة الی آخره (بخاری ص ۹۲٦ - ج ۲ باب الاخذ بالیدین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ مجھ کو نبی پاک ﷺ نے تعلیم دی تشہد کی یعنی التحیات للہ والصلوٰۃ الخ کی جیسا کہ تعلیم دیتے مجھ کو قرآن کی سورۃ کی اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث دو ہاتھ سے مصافحہ کے باب میں ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث دو ہاتھ سے مصافحہ کے لیے ہے۔

صافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ

ترجمہ: حماد ابن زیدؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

حضرت حمادؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف کے دو ہاتھ سے مصافحہ کے باب میں ان کا عمل دو ہاتھ سے ذکر کر کے ان کے دو ہاتھ سے مصافحہ کو حجت تسلیم کیا ہے۔

عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال اذا تسافح المسلمان لم تفرق اکفهما حتی یغفرلهما . (طبرانی بحوالہ کنز العمال، باالمصافحہ ص ۵۵ ج ۹)

ترجمہ: رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

ننگے سر نماز

جو کام نبی پاک ﷺ نے زندگی میں ایک آدھ دفعہ کیا وہ سنت نہیں البتہ جو کام ہادی عالم ﷺ نے اکثر کیا وہ سنت ہے۔ حضور ﷺ کا زندگی میں ایک دفعہ بھی ننگے سر نماز پڑھنا کسی صحیح حدیث سے تو کیا ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں سر مبارک پر عمامہ یا ٹوپی والی حدیث پڑھیں اور یاد کریں پھر سنت پر عمل کر کے رسول پاک ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔

عن جابرؓ قال رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامة (کنز العمال ص۱۳۳ ج۷)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ پگڑی کے ساتھ نماز کی دو رکعات بغیر پگڑی کے ستر (70) رکعات سے بہتر ہے۔

عن عبادة بن صامتؓ انه کان اذا قام الی الصلوٰة حسرا لعمامة عن جبهته . (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۰ ج۱) ترجمہ: حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے عمامہ کو اپنے ماتھے سے ہٹا لیتے تھے۔

مسجد نبوی میں صفیں وغیرہ نہیں ہوتی تھیں اس لیے اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین گرمی کی وجہ سے پگڑی کا کپڑا پیشانی سے نیچے کر لیتے تھے پھر کھڑے ہو کر پیشانی سے ہٹا لیتے تھے۔

عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال کان رسول لله ﷺ یکثر القناع . (شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اکثر اوقات اپنا سر مبارک ڈھانپ کر رکھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نماز کے علاوہ بھی ننگے سر نہیں رہتے تھے۔

ننگے سر نماز پڑھنے پر علمائے اہل حدیث کا فتویٰ

غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضور ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو پگڑی سے یا ٹوپی سے (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ ص525)

مولانا غزنوی فرماتے ہیں اگر ننگے سر نماز فیشن کی وجہ سے ہو تو نماز مکروہ ہے اگر خشوع کے لیے ہے تو تشبہ بالنصاریٰ ہے اسلام میں سوائے احرام کے ننگے سر رہنا خشوع کے لیے نہیں ہے اگر سستی کی وجہ سے ہے تو منافقین کی عادت ہے غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہل حدیث ج1 ص291)

علامہ محمود آلوسی

(۱۲۷۲ھ تا ۱۳۴۲ھ)

یہ امام عظیم محقق لغوی ادیب اور مضبوط علمی شخصیت علامہ سید ابوالمعالی محمود شکری آلوسی حسینی بن عبداللہ ہیں۔

خانوادہ علم وشرف کے وہ چشم و چراغ تھے

مشہور مفسر فقیہ اور اپنے ہمنام محمود شکری آلوسی کے پڑپوتے ہیں وہ خانوادۂ علم وشرف کے چشم و چراغ تھے۔

ولادت

بغداد کے شہر ''رضافہ'' میں وہ سن ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم

اپنے والد اور چچا نعمان خیر الدین آلوسی سے انہوں نے علم حاصل کیا، پھر کسی بغداد کی جامع صاعنہ کے مدرس شیخ اسماعیل بن مصطفیٰ سے پڑھتے رہے۔

تدریس

علم ومعرفت میں کچھ کمال حاصل کرنے کے بعد کبھی اپنے گھر میں مسند تدریس کی صدارت کرتے رہے اور کبھی جامع عادلہ خاتون میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر جامع حیدر خانہ میں انہیں رسمی طور پر مدرس بنا دیا گیا۔

اس کے بعد ۱۳۱۰ھ مرجان تدریس کے ساتھ صدر المدرسین کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

تلامذہ

بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا جن میں سب سے زیادہ مشہور جلیل القدر علمی شخصیت ہمارے شیخ علامہ استاذ محمد بہجہ اثری ہیں۔

زندگی کے آخری ایام میں وہ لوگوں سے کنارہ کش ہو کر تالیف اور تدریس میں مشغول ہو گئے تھے۔

زندگی کے آخری ایام

ان کے شاگرداور ہمارے استاذ محمد بہجہ اثری ان کے جامع تذکرے پر مشتمل اپنی کتاب ''محمود شکری الآلوسی وآرائو اللغویة ''میں کہتے ہیں کہ وہ تاحیات غیر شادی شدہ رہے۔ان کی وفات سن ۱۳۴۲ھ ہے۔میں نے خود ان سے یہ کئی بار سنا انہوں نے اپنے خوبصورت خط کے ساتھ مختصر طور پر مجھے یہ لکھ کر بھی دیا۔

ہمارے شیخ سید شریف ابوالعالی محمود شکری آلوسی غیر شادی شدہ تھے۔انہوں نے نکاح پر علم کو ترجیح دی اور وہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے دین کی طرف یکسو ہو کر زندگی گزارتے رہے۔

نہ ان کے دل میں کبھی نسل بنانے فکر پیدا ہوئی اور نہ کوئی دوسری لذت کی اور نہ ہی انہوں نے کبھی کسی منصب کے حصول کی کوشش کی۔

اس شعبے میں کمال حاصل کرنے کے لیے انہوں نے خود کو تمام دنیاوی مشاغل اور قیود سے آزاد رکھا نہ شادی کی اور نہ کبھی نسل اور کسی منصب کی خواہش کی اپنی تمام تر کوششیں نیک عمل اور مفید کاموں کے انجام دینے میں صرف کر دیں۔

عربیت اور علامہ آلوسی

اس کے بعد استاد اثری نے علامہ آلوسی کی عربی سے محبت،اس کی تدریس،تصنیف وتالیف کے اعتبار سے اس سے تعلق،اس کے دفاع اور عصر حاضر کے لوگ عربی زبان سے کیسے مستفید ہوں اس کے طریقے کو بیان کیا ہے

''ساتہ اللغویہ'' کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں عربوں کی محبت کی وجہ سے آلوسی کو عربی سے محبت تھی ان کو عربوں سے دلی تعلق تھا۔

اپنے گھر اور ماحول میں عربی کے علوم اس کے شاندار خصائص ان کے زندہ اور مثالی نمونوں سے ان کو وہ تعلق تھا جس نے ان میں عربی کی شدید محبت اور ان کے سینے میں دبی چنگاری کو سلگا دیا۔

اور عربی کے یہ خصائص اور مثالی نمونے ہر عربی شخص کو ایسے نہ ختم ہونے والے جوش سے نوازتے ہیں۔

عرب اور عام مسلمانوں کی زندگی میں عربی زبان کی جو اہمیت ہے اس سے گہری واقفیت کی وجہ سے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ عربی زبان ان کی سوچ زندگی اور جدوجہد کا ایک لازمی جز بن کر رہ گئی

تھی۔

ادبی فنون اور زبان کے علوم، واقعی ایسا اعلیٰ مشغلہ ہے جو اس قابل ہے کہ اس میں فرصت کے اوقات صرف کیے جائیں۔ اور کسی انسان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس کے حصول سے پیچھے رہے۔

اس بات کی تائید میں وہ کہا کرتے تھے کہ عربوں کی دلی محبت اور ان کی زبان کی خدمت کو اعلیٰ عبادت سمجھنے نے میرے عزم اور ارادے کی آنکھ کو بیداری اور قوت بخشی ہے۔

اس کے بعد استاد اثری، اپنی بات کی دلیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں اس بات کی دلیل یہ ہے عربی اور اس کے متعدد علوم میں لکھی گئی کتابوں کے حصول میں انہوں نے بقدر استطاعت خوب جستجو کی۔

وہ ایسی کتابوں پر بھی جھکے رہے جن سے عربی علوم میں لکھی گئی کتابوں پر کامیابی ہو سکتی تھی۔

ایک عرصے تک عربی کے کمال اور اس کی رونقوں سے لطف اندوز ہوتے رہے، اس کے پوشیدہ اسرار میں مہارت حاصل کرتے رہے اور اس کے فلسفے کی گہرائی میں غوطے لگاتے رہے۔

انہوں نے عربی کی طویل ڈکشنریاں کئی بار پڑھیں اور اس میں ان کو پوری پوری لذت ملتی تھی۔

''لسان العرب'' جو کہ بیس جلدوں پر مشتمل کتاب ہے اس کو انہوں نے ترتیب کے ساتھ شروع سے لے کر آخر تک غور و فکر کے ساتھ تین بار پڑھا تا کہ مفردات کی ہیات ان کے ذہن میں نقش اور ان کی لغوی حس میں گہرائی آجائے۔

اور شاید ان کی پڑھی ہوئی کتابوں میں سے سب سے آسان ''لسان العرب'' تھی جس کو انہوں نے اپنی عمر میں بالاستیعات پڑھا اور یہ سب کچھ ان کے اس عشق کی وجہ سے تھا جس نے ان پر غلبہ حاصل کر کے ان کو اس زبان اور اس کے پیش کردہ تہذیب و تمدن کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

عربی سے عشق

وہ جب دیکھتے تو اسی زبان کی طرف دیکھتے حالانکہ وہ مشرق کے ذو زبان فارسی اور ترکی کے باذوق عالم تھے۔

وہ اپنی زبان حال سے ذو رمہ کا یہ شعر پڑھتے تھے۔

وانی متی اشرف علی الجانب الذی   به انت من بین الجوانب ناظر

ترجمہ: ''میں جب جھانکتا ہوں تو تمام اطراف سے نظریں ہٹا کر اس جانب دیکھتا ہوں جس جانب تم ہوتی ہو''۔

قت کی قدر و قیمت

استاد اثری ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں وقت کی ان کے ہاں بڑی قدر و قیمت تھی، ایک لحہ بھی ضائع کر با ان کو گوارا نہ تھا، بحث و مباحثہ، تحقیق، کتابت اور مطالعہ میں وہ قوی اور باہمت تھے۔ اکتاہٹ اور سستی نام کی کسی چیز سے ان کی واقفیت نہ تھی۔ جتنا ممکن ہوتا آج کے کام کو کل پر نہ چھورتے۔ ایک کام سے فارغ ہوتے ہی دوسرا کام فوراً شروع کر دیتے تھے۔

ان کو کوئی کتاب جب اچھی لگتی تو اگر چہ وہ کتنی ہی جلدوں پر مشتمل ہوتی اس کا بار بار مطالعہ کرتے۔

بلوغ الارب فی احوال العرب

عربی اور اس کے علوم سے علامہ آلوسی کے اس نوکھے عشق سے واقفیت کے بعد ان کو وہ بے مثال کمال جو ان کی تین جلدوں میں عجیب اور اپنے موضوع پر منفرد کتاب ''بلوغ الارب فی احوال العرب'' کے صفحات میں نمایاں ہے، ہمارے سامنے واضح ہو کر آجاتا ہے۔

یورپ سے انعام لینے والے پہلے عرب

عربوں کے اہل مغرب کے ساتھ اس دور کے اتصال کی تاریخ میں آلوسی پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنے علمی کمال پر یورپ سے انعام حاصل کیا۔

تاریخ عرب کے موضوع پر منعقدہ اس تصنیفی مقابلے کا اعلان سن ۱۳۰۲ھ میں کیا گیا۔

آلوسی نے مقابلے کی آخری تاریخ سے پہلے ہی اپنی کتاب جمادی الاول کے شروع میں سن ۱۳۰۴ھ میں مکمل کر لی۔

سونے کا تمغہ

اس مقابلے میں جیسا کہ کونت کرلودی لند برج نے آلوسی کی طرف لکھے گئے اپنے خط میں ذکر کیا ہے، مصر، شام، عراق وغیرہ بہت سے مشرقی اور مغربی ممالک کی کتابیں پیش کی گئیں جن کا مقابلے کے کئی اجلاسوں میں باریکی سے جائزہ لیا گیا اور کافی بحث و تمحیص کے بعد تمام شرکاء کے متفقہ اعلان سے آلوسی کی کتاب کو تمام کتابوں پر فوقیت دی گئی جس پر مؤلف کتاب کو سونے کا تمغہ انعام دیا گیا۔ اس کے بعد ملک اسکاریڈ کے خرچ پر کتاب کی طباعت کا اعلان کیا گیا۔





خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

زیورات میں بے جا زیادتی کی ممانعت

حضرت عمرو بن شعیبؒ نقل کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ ایک عورت حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کڑے تھے'' حضورﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے ان کی زکوٰۃ دی ہے؟'' اس نے منفی میں جواب دیا تو آنحضرتﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے آگ کے کنگن پہنائے؟'' اس عورت نے وہ دو کڑے اتارے حضورﷺ کے حوالہ کر کے عرض کیا: ''یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔'' [حسن : رواہ ابو داود (۱۵۶۳)، والترمذی(۶۳۷) ، والنسائی (۲۴۷۹)،واحمد(۱۲ ۱۸ ۶۷)]

عبداللہ بن شداد بن ہادؒ فرماتے ہیں: ''ہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے فرمایا: ''ایک مرتبہ حضورﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے تو فرمایا: ''اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ''یہ میں نے آپ کے لیے خوبصورت بننے کے لیے پہنے ہیں، اے اللہ کے رسول حضورﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تو نے ان کی زکوٰۃ دی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں'' فرمایا: ''یہ تیرے جہنم میں جانے کے لیے کافی ہیں۔''

[صحیح : رواہ ابو داود (۱۵۶۵)والبھیقی فی الکبریٰ (۴/۱۳۹)]

عورتوں کا جہاد ''حج'' کو قرار دیا گیا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے شانہ بشانہ جہاد وغزوات میں شریک نہ ہوں؟'' فرمایا: ''تمہارے لیے سب سے عمدہ اور بہترین جہاد وہ حج ہے جو نیک نیتی سے کیا جائے۔'' لہٰذا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''جب سے میں نے حضورﷺ سے یہ بات سنی کبھی حج نہ چھوڑا۔'' [صحیح: رواہ البخاری (۱۸۶۱)

غیر مرد کے لیے بناؤ سنگھا کی ممانعت

محمد بن ابراہیمؒ روایت کرتے ہیں، عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک باندی نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے عرض کیا: ”میں اپنے کپڑے کے نچلے حصہ (دامن) کو لمبا رکھتی ہوں اور بعض اوقات گندی جگہ پر بھی چلتی ہوں۔“ (لہٰذا میرے کپڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے آیا وہ پاک ہیں یا ناپاک؟) حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”(زمین کا) اس کے بعد کا حصہ کپڑے کو پاک کر دے گا۔“

امام زرقانیؒ فرماتے ہیں: بعض علماء حدیث میں آنے والی ”گندی جگہ“ کو تو نجاست پر محمول کیا ہے، اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ ناپا کی خشک زمین سے پاک ہو جائے گی، کیونکہ عورت کا دامن مرد کے موزے اور جوتے کی طرح ہے۔ اس کی تائید ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ ہم لوگ مسجد میں آنے کے لیے ناپاک جگہوں سے گزر کر آتے ہیں، ہمارے لیے اس بارے میں کیا حکم ہے؟“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”زمین کا بعض حصہ بعض حصہ کو پاک کر دیتا ہے۔“

ابن عمرؓ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص تکبر کے طور پر کپڑے کو کھینچ کر چلے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رحمت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا“ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ”عورتیں اپنے دامنوں کے بارے میں کیا کریں؟“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”وہ ایک بالشت لٹکا لیں“ انہوں نے عرض کیا: ”اس طرح تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جائیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا: تو پھر وہ ایک گز ر (شرعی ایک بازو) تک لٹکا لیں، اس سے زیادہ نہ کریں۔“

حضرت امامہؓ فرماتے ہیں ”حضور ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے مصر کی بنی ہوئی ایک عمدہ اور پتلی پاپلین پہنائی جو حضرت دحیہ کلبیؓ نے انہیں ہدیہ کی تھی، میں نے وہ پاپلین اپنی بیوی کو پہننے کے لیے دے دی، حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ”تو نے وہ پاپلین کیوں نہیں پہنی؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے وہ پاپلین اپنی بیوی کو پہنا دی ہے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اسے حکم دو کہ وہ اس کے نیچے موٹی بنیان پہن لے، مجھے خوف ہے کہ کہیں اس کی ہڈیوں کی جسامت ظاہر نہ ہو جائے۔“

جواہر پارے

۱۔رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی شکایت نہ کر۔

۲۔بہادر مقابلے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔

۳۔کبھی بھی اپنے ماں باپ اور استاد کی شکایت نہ کر۔

۴۔بیوی کے سامنے اس کے میکے والوں کی شکایت نہ کر۔

۵۔اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی شکایت نہ کر۔

۶۔ماں باپ کا نافرمان اپنی اولاد کی نافرمانی کا منتظر رہے۔

۷۔بے موقع بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔

۸۔بے عزتی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔۹۔بری صحبت سے دور رہنا بہتر ہے۔

۱۰۔سب سے اچھی خیرات معاف کرنا ہے۔۱۱۔سب سے اچھا نشہ خدمت خلق ہے۔

۱۲۔سب سے بڑا بہادر بدلہ نہ لینے والا ہے۔۱۳۔مرد کی خوبصورتی اس کی فصاحت ہے۔

۱۴۔غیبت عمل کو کھا جاتی ہے۔۱۵۔ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو قبول کر لے۔

۱۶۔نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو قبول کر لے۔

۱۷۔یتیم اور بیوہ کا مال کھانے سے پریشانی آتی ہے۔۱۸۔خیرات سے مال میں کمی نہیں آتی۔

۱۹۔بحث کرنے میں جاہل سے شکست کھا لے۔ ۲۰۔فضول خرچی کرنے سے مفلسی آتی ہے۔

۲۱۔بے ادبی کرنے سے بدنصیبی آتی ہے۔۲۲۔توبہ گناہ کو کھا جاتی ہے۔

۲۳۔غریب کی دعوت چاہے تکلیف دہ ہو قبول کر لے۔

۲۴۔تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔۲۵۔غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔۲۶۔انصاف ظلم کو کھا جاتا ہے۔

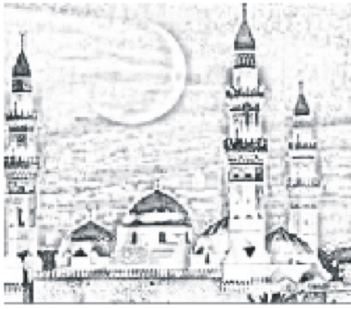
۲۷۔جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے۔۲۸۔دوست کو مصیبت کے وقت آزمایا جاتا ہے۔

۲۹۔امانت دار مفلسی کے وقت آزمایا جاتا ہے۔۳۰۔بردبار کو غصے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔

۳۱۔اپنی زبان کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔

۳۲۔خدا سے ڈرنے والے کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔

۳۳۔خاموش زبان سینکڑوں زبانوں سے اچھی ہے۔



بچوں کے صفحات

سچ کی برکت

حضرت حسن بصریؒ ایک بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں ان پر حجاج بن یوسف نے جو عراق کا گورنر تھا بہت ظلم کیے۔ ایک دفعہ آپ کو پکڑنے کے لیے آپ کی طرف چلا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ اپنے حجرے سے نکل کر سیدھے حضرت حبیب عجمیؒ کی عبادت گاہ میں آ کر چھپ گئے۔ یہ بھی بہت باکمال بزرگ تھے۔ حجاج بھی حضرت حسن بصریؒ کے پیچھے وہاں آ پہنچا اور حضرت حبیب عجمیؒ سے پوچھا:

''کیا تم نے حسن بصریؒ کو دیکھا ہے''؟

آپ نے جواب دیا۔ ہاں اندر میری عبادت گاہ میں چھپا ہوا ہے۔ حجاج اندر گیا مگر حضرت حسن بصریؒ کو کہیں نہ پا سکا اور باہر آ کر حضرت حبیب عجمیؒ سے کہنے لگا:

''تو نے جھوٹ کیوں بولا ہے؟ حسن بصری اندر نہیں ہے''۔

آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا وہ اندر ہی ہیں''۔

اس طرح حجاج دو تین بار اندر گیا اور ہر طرف حضرت حسن بصریؒ کو تلاش کیا۔ مگر آپ اسے کہیں نظر نہ آئے۔ آخر تھک ہار کر وہ واپس چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت حسن بصریؒ باہر آئے اور فرمایا:

''اے حبیب! میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری برکت سے مجھے گرفتار ہونے سے بچا لیا''۔

حضرت حبیبؒ نے جواب دیا:

''نہیں میری برکت سے نہیں بلکہ یہ میرے سچ بولنے کا پھل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو ہم دونوں کو وہ رسوا کرتا۔

عزیز بچو! ہمیشہ سچ بولو۔ اللہ پاس اس کی برکت سے آپ کے سارے کام سنوار دے گا۔

زیادہ مال کی مصیبت

ابوامامہ باہلی روایت کرتے ہیں ثعلبہ بن حاطب انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال و دولت سے مالا مال کر دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ثعلبہ تم پر افسوس (تم نے اللہ کے نبی سے مطالبہ بھی کیا تو حقیر چیز کا) وہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کر سکے اس کثیر مال سے اچھا ہے جس کی تو طاقت نہ رکھتا ہو''۔

اس وقت تو ثعلبہ چلا گیا مگر کچھ دنوں کے بعد عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میرے لیے مال و دولت کی دعا فرمائیے''۔

آپ نے اسے سمجھایا اور کہا:

''کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ اللہ کے نبی جیسی زندگی گزارے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن جاتے اور میرے ساتھ ساتھ چلتے''۔

ثعلبہ نے کہا:

''اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو رسولِ برحق بنا کر بھیجا ہے اگر مجھے مال کی فراوانی عطا ہوئی تو میں ہر حق دار کا حق اچھے طریقے سے ادا کرونگا''۔

اس کے بار بار اصرار پر حضور اکرم ﷺ نے دعا کی:

اے اللہ! ثعلبہ کو مال دے دے''۔

ثعلبہ نے بکریاں رکھی ہوئی تھیں ان میں یوں اضافہ ہونے لگا جیسے موسم برسات میں کیڑے مکوڑوں میں ہوتا ہے۔ مدینہ اس کے لیے تنگ ہوگیا۔ وہ مدینہ سے باہر ایک وادی میں چلا گیا۔ اب وہ نمازِ ظہر اور عصر تو مسجدِ نبوی میں آکر ادا کر لیا کرتا تھا مگر باقی نمازیں جماعت کی بجائے بکریوں پاس ہی تنہا ادا کرنے لگا۔ بکریاں مسلسل بڑھتی چلی جارہی تھیں حتیٰ کہ ان کے لیے وہ وادی بھی تنگ ہوگئی۔ ثعلبہ اس سے آگے ایک اور میدان میں چلا گیا۔ اب ساری نمازیں بلا جماعت پڑھنے لگا۔ صرف جمعہ کے روز نماز جمعہ ادا کرنے مسجد میں چلا آیا تھا۔ بکریاں اور زیادہ ہوگئیں تو اس میدان سے بھی آگے کھلے علاقے میں چلا گیا۔ اب نمازِ جمعہ بھی گئی۔ قافلوں سے مدینہ کے حال احوال پوچھ لیا کرتا تھا جو نماز جمعہ ادا کر کے اپنے اپنے دیہات کو جارہے ہوتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ ثعلبہ کا حال احوال پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس کی بکریاں بہت زیادہ ہوگئی ہیں اور وہ مدینہ سے دور چلا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''اے ثعلبہ! تم پر افسوس، اے ثعلبہ تم پر افسوس، اے ثعلبہ تم پر افسوس''

جب زکوٰۃ فرضیت کا حکم نازل ہوا تو آپ نے زکوٰۃ جمع کرنے والوں کو مختلف علاقوں میں بھیجا اور زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے ریٹ وغیرہ کے متعلق احکام لکھ کر انہیں دے دیئے۔ اس علاقے میں آپ صحابہ کو بھیجا۔ ایک بنو جہینہ میں سے تھے اور دوسرے بنو سلیم میں سے۔ آپ نے فرمایا:

''ثعلبہ اور بنو سلیم کو فلاں آدمی سے زکوٰۃ وصول کر کے لاؤ''

یہ دونوں صحابی مدینہ سے نکلے اور ثعلبہ کے پاس پہنچے اسے حضور ﷺ کا حکم سنایا اور خط دکھایا۔ حکم سن کر اس نے کہا:

''یہ تو جزیہ (غیر مسلموں پر ٹیکس) ہے یہ تو جزیہ کی طرح کا ٹیکس ہے بخدا میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ آپ لوگ جائیں اور دیگر افراد سے وصولیاں کر کے پھر میرے پاس آجائیں''۔

جب یہ صحابہ بنو سلیم کے مسلمانوں کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا استقبال کی اور خط پر خوشی کا اظہار کیا۔ پھر اپنے اونٹوں میں سے بہترین اونٹ چھانٹ کر پیش کر دیئے۔ صحابہ نے دیکھا تو کہا:

''یہ تو درست نہیں ہے کہ ہم چن چن کر مال چھانٹیں، ہمیں حکم ہے کہ درمیانے درجے کا مال وصول کریں''۔

اس نے کہا: ''خدا کے لیے یہ قبول کر لیں کیونکہ میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں اور میری خواہش ہے کہ راہِ خدا میں بہترین مال پیش کروں''۔

اس سے مال لے کر یہ صحابہؓ دیگر زمینداروں کے پاس بھی گئے اور ان سے بھی زکوٰۃ وصول کی۔ اب واپسی پر وہ پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے کہا:

''ذرا مجھے خط تو دکھاؤ''۔

خط لے کر پڑھا اور پھر وہی بات دہرائی کہ یہ تو جزیہ ہے۔ اس کے بعد کہنے لگا:

''تم لوگ جاؤ میں اس مسئلے پر غور کرونگا''۔

یہ دونوں صحابی مدینے پہنچے تو ان سے کہانی سننے سے پہلے ہی حضور اکرم ﷺ نے بنو سلیم کے صحابی کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا:

''اے ثعلبہ! تم پر افسوس ہے''۔

بعد میں ان صحابیوں نے رسول پاک ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو پوری کہانی سنائی۔ اس موقع پر سورۂ

توبہ کی یہ آیات نازل ہوئیں:

''اوران میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد باندھا کہ اگر اس اپنے فضل سے ہمیں مال عطا کیا تو ہم ضرور صدقہ ادا کریں گے اور لازماً صالحین جیسے کام کریں گے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو دولت مند کر دیا تو بخل پر اتر آئے اور اپنے عہد سے ایسے پھرے کہ انہیں اس کی پرواہ تک نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اس بدعہدی کی وجہ سے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کی تھی اور اس جھوٹ کی وجہ سے جو وہ بولتے رہے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق بٹھا دیا جو اس کے حضور ان پیشی کے دن تک ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا''۔

ثعلبہ کے رشتہ داروں نے یہ آیات سنیں تو ثعلبہ پاس گئے اور اس کو برا بھلا کہا اور یہ بھی بتایا کہ اس کے بارے میں سخت آیات نازل ہوئیں ہیں۔ ثعلبہ اب بکریاں لے کر مدینہ آیا اور حضورﷺ سے کہا کہ اس کا صدقہ اور زکوٰۃ قبول کرلیں۔ مگر آپﷺ نے فرمایا:

''مجھے اللہ نے تمہارا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے''۔

اب ثعلبہ نے سر میں مٹی ڈالی اور رونے دھونے لگا۔ آپﷺ نے فرمایا:

''میں نے تجھے بار بار سمجھایا تھا مگر تو نہ سمجھا اب یہ تیرا اپنا عمل ہے جو تیرے سامنے آگیا ہے''۔

ثعلبہ روتا دھوتا واپس گیا۔ حضورﷺ کے وصال کے بعد وہ خلیفۂ رسولﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس مال لے کر آیا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول فرمالیں مگر انہوں نے کہا: ''رسول اللہﷺ نے تمہارا مال قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کرسکتا ہوں''؟ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بھی ثعلبہ مال لے کر آیا۔ مگر انہوں نے بھی ہی فرمایا: ''رسول پاکﷺ اور صدیق اکبرؓ نے تمہارا مال قبول نہ کیا تو کیا میں تمہارا مال وصول کرلوں؟'' آپ نے بھی اسے رد کر دیا۔

حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو ثعلبہ پھر حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اس کا مال قبول فرمالیں مگر عثمانؓ نے کہا:

''رسول اللہﷺ اور پہلے خلیفہ ء نے تمہارا مال قبول نہیں کیا تو عثمان تمہارا مال کیسے قبول کرسکتا ہے؟''

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ثعلبہ ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگیا۔

دیکھا بچو! ثعلبہ نے مال کے لالچ میں کس طرح اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کر کے اپنی آخرت برباد کرلی۔

سچ ہے لالچ بری بلا ہے اس سے بچتے رہنا چاہیے۔ جتنا اور جو کچھ اللہ پاک دیں اس پر صبر کرنا چاہیے اور مال کی خاطر دین سے دوری اختیار کر کے اپنی تباہی اور بربادی کو دعوت نہیں دینی چاہیے۔

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN
JAMIA MILLIA ISLAMIA
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213